احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مارچ 2020ء

معراج النبی ﷺ

نئے پہلو اور نئے دلائل

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی علمی و روحانی خطاب

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

کا دورہ یورپ

سانحۂ ماڈل ٹاؤن

تازہ ترین صورتحال

سخاوتِ قلب کا حصول

کیونکر ممکن ہے؟

پانی کی ضرورت و اہمیت

عالمی دن کے موقع پر خصوصی رپورٹ

منہاج یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام

عالمی کانفرنس

اسلامک تھنکرز فورم کی تشکیل

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری ساؤتھ اٹلی میں قائد ڈے کی تقریب سے خطاب کر رہے ہیں

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز
زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری
زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد: 34 رجب ۱۴۴۱ھ / مارچ 2020ء
شمارہ: 3

چیف ایڈیٹر نوراللہ صدیقی
ایڈیٹر محمد یوسف
ڈپٹی ایڈیٹر محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصراللہ معینی
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر محمد اشفاق انجم گرافکس عبدالسلام
خطاطی محمد اکرم قادری عکاسی قاضی محمود الاسلام

حسنِ ترتیب

اداریہ: سانحہ ماڈل ٹاؤن: تازہ ترین صورتحال	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: معراج النبی ﷺ: نئے پہلو اور نئے دلائل	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	5
دورۂ علوم الحدیث: اقسامِ حدیث	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	14
الفقہ: آپ کے فقہی مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	19
سخاوتِ قلب کا حصول کیونکر ممکن ہے؟	شیخ حماد مصطفیٰ المدنی	24
قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟	نوراللہ صدیقی	29
پانی کے ذخائر کی حفاظت: وقت کا تقاضا	خصوصی رپورٹ	31
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا دورۂ یورپ	رپورٹ: نوراللہ صدیقی	33
منہاج یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام اسلامی فنانس کانفرنس	رپورٹ: سید ابوذر نقوی	37

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبر شپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطیٰ جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

نہ شہرت کی خواہش نہ دولت کی حاجت
ہے درکار مجھ کو فقط تیری رحمت
میں عصیاں میں کامل سراپا گھرا ہوں
اے مولا! گنہ گار بندہ ترا ہوں
مجھے ہے تیرے آسرے کی ضرورت
ہے درکار مجھ کو فقط تیری رحمت

کئی بار توبہ کی توڑ ڈالی
یہ عادت سی میں نے ہے اپنی بنالی
ہے جھولی میری تیری رحمت سے خالی
تیرے آستانے کا میں ہوں سوالی
ہو نظرِ کرم کردے مجھ پہ عنایت
ہے درکار مجھ کو فقط تیری رحمت

قلب میں بھی تُو ہے نظر میں بھی تُو ہے
نجم میں بھی تُو ہے قمر میں بھی تُو ہے
شجر میں بھی تُو ہے حجر میں بھی تُو ہے
یہاں تک کہ مولا حشر میں بھی تُو ہے
ازل سے ہے تُو اور ہے تا قیامت
ہے درکار مجھ کو فقط تیری رحمت

(احسان حسن ساحرؔ)

آمدِ مصطفیٰ ﷺ مرحبا مرحبا

کوئی جہاں میں نہیں ان سے بڑا رؤف
جن کو خدائے پاک نے خود کہہ دیا رؤف

مولائے کل، شفیع امم بن کے آگئے
محشر میں ان کو سب نے پکارا رؤف

دل سے ہر اک خوف اچانک نکل گیا
جب سے سنا ہے ہم نے لقب آپ کا رؤف

شایاں ہے جب شفاعت کبریٰ حضورؐ کو
پھر کون ہے جہاں میں ان کے سوا رؤف

ان کے طفیل بن گیا سامانِ مغفرت
کیسے کہے نہ پھر انہیں خلقِ خدا رؤف

بیچارگی میں چارۂ عصیاں ہے ان کی ذات
جس کے لئے خدا نے انہیں کردیا رؤف

جس کے کرم سے قطبؔ زمانہ ہے فیض یاب
اس کو ہی لاج ہے کہ وہی ہے مرا رؤف

(خواجہ غلام قطب الدین فریدی)

اداریہ

سانحہ ماڈل ٹاؤن تازہ ترین صورت حال

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے حصول کی جدوجہد کو ساڑھے 5 سال کا عرصہ گزر گیا، ہنوز ورثاء انصاف سے محروم ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کا ٹرائل انسدادِ دہشتگردی کی عدالت لاہور میں زیر سماعت ہے، اس کے علاوہ سپریم کورٹ کے فلور پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کی تشکیل پانے والی دوسری جے آئی ٹی کے سٹے آرڈر کے خلاف لاہور ہائیکورٹ میں شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے وکلاء قانونی چارہ جوئی کررہے ہیں۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء جے آئی ٹی کے خلاف آنے والے حکمِ امتناعی کے خلاف سپریم کورٹ میں بھی گئے جہاں لاہور ہائیکورٹ کو دوسری جے آئی ٹی کے متعلق نیا بنچ تشکیل دینے اور 3 ماہ کے اندر فیصلہ کرنے کی ڈائریکشن دی گئی ہے۔ اس ضمن میں سیکرٹری جنرل خرم نواز گنڈا پور کا کہنا ہے کہ ہم حصولِ انصاف کے لیے مسلسل قانونی چارہ جوئی کررہے ہیں، عدالتوں کے سوا اور کوئی دوسرا فورم نہیں ہے۔ خرم نواز گنڈاپور نے کہا کہ اعلیٰ عدلیہ کے معزز ججز نے بھی اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ قتلِ عام کا کھلا واقعہ ہے اس پر انصاف ہونا چاہیے۔ امید ہے کہ بے گناہوں کو قتل کرنے والے جلد یا بدیر ایک نہ ایک دن اپنے عبرتناک انجام سے ضرور دو چار ہوں گے، یہ انسانی خون ہے جو رائیگاں نہیں جائے گا۔

منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے نہتے اور بے ضرر کارکنان کو بلا اشتعال دن دہاڑے شہید کیا گیا، درجنوں کو بہیمانہ طریقے سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور قتل و غارت گری اور ظلم و بربریت کے یہ سارے منظر میڈیا کے ذریعے پوری قوم نے دیکھے۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کا اول روز سے صرف ایک مطالبہ، موقف اور اپیل ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی غیر جانبدار تفتیش کروائی جائے۔ غیر جانبدار تفتیش سے ہی انصاف کا عمل پٹڑی پر چڑھے گا۔ اس سے قبل پنجاب کے جن حکمرانوں نے جے آئی ٹی تشکیل دی وہ براہ راست سانحہ ماڈل ٹاؤن کے نامزد ملزم ہیں۔ سانحہ میں ملوث ہونے کے حوالے سے ان کے خلاف ثبوتوں کے ڈھیر ٹرائل کورٹ میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ یقیناً اگر قاتل تفتیش کروائے گا تو اس کا مقصد انصاف نہیں بلکہ کلین چٹ حاصل کرنا ہوگا اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں بننے والی جے آئی ٹی سے یہی کام لیا گیا۔

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے وکلاء معزز ججز کے روبرو اپنا یہی موقف رکھ رہے ہیں کہ سابق حکمرانوں کی قائم کردہ جے آئی ٹی نے یکطرفہ تفتیش کی اور اس کا چالان پیش کیا۔ سابق حکمرانوں کی بنائی ہوئی جے آئی ٹی نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے کسی زخمی، چشم دید گواہ یا متعلقہ فرد کی شہادت قلمبند نہیں کی جو کہ انصاف کے بنیادی تقاضوں کے برخلاف ہے۔ تاحال سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ورثاء، چشم دید گواہان اور زخمیوں کا کسی سرکاری تفتیش میں بیان قلمبند نہیں ہوا۔ سپریم کورٹ کے فلور پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ازسرنو تفتیش کیلئے جو جے آئی ٹی بنائی گئی تھی، اس نے اپنا 90 فیصد سے زائد کام مکمل کر لیا تھا، اس دوسری جے آئی ٹی کے روبرو شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء، زخمیوں سمیت کیس سے متعلق ہر فرد نے اپنا بیان قلمبند کروایا اور جے آئی ٹی پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا۔ اسی طرح ملزمان کی طرف سے بھی جے آئی ٹی میں بیانات قلمبند کروائے گئے تھے۔ جے آئی ٹی اپنے کام کی تکمیل کے مرحلے میں تھی کہ اسے کام کرنے سے روک دیا گیا۔

آئین کا آرٹیکل 10A فیئر ٹرائل کی بات کرتا ہے مگر فیئر ٹرائل سے قبل ایک مرحلہ فیئر تفتیش کا بھی آتا ہے، جن خطوط پر تفتیش ہوگی عدالتیں انہی کے مطابق فیصلے دیتی ہیں، اگر تفتیش کا مرحلہ ہی بدنیتی پر مبنی ہوگا تو یقیناً اس کا فائدہ ملزمان کو پہنچے گا اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں اب تک یہی کچھ ہوتا آیا ہے۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء اس بات پر حیرت زدہ ہیں کہ آخر

مظلوموں کی حسبِ منشاء غیر جانبدار تفتیش کروانے میں کون سا امر مانع ہے؟

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے وکلاء اپنا موقف پیش کررہے ہیں کہ ایک کیس میں دو دو تفتیشیں کروائے جانے سے متعلق کوئی قانونی قدغن نہیں ہے اور اس ضمن میں متعدد مثالیں بھی موجود ہیں۔ ریاست ماں کی طرح ہوتی ہے، جیسے ماں کے نزدیک ان کے سارے بچوں کی قدر و منزلت ایک جیسی ہوتی ہے، اسی طرح ریاست کے نزدیک بھی اس کے شہریوں کی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ ایک جیسا ہونا چاہیے مگر سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں امتیاز نظر آتا ہے۔ طاقتور قاتلوں کو تو ریلیف ملتا ہے مگر مظلوموں کے لیے کوئی ریلیف دستیاب نظر نہیں آتا۔ دوسری طرف سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ظلم کیخلاف جن کارکنوں نے قانون اور اخلاقیات کے دائرے میں رہتے ہوئے صدائے احتجاج بلند کی تھی، ان کے خلاف پولیس نے دہشتگردی کی دفعات کے تحت جھوٹے مقدمات درج کیے تھے اور پھر جھوٹی گواہیاں پیش کر کے 107 کارکنوں کو پانچ سال اور سات سال کی سزائیں دلوادیں اور جن کے پیارے ان سے بے رحمی کے ساتھ چھین لیے گئے، ان مظلوموں کے لیے تا حال نہ کوئی انصاف ہے نہ ریلیف۔ ملک اور قومیں انصاف کے بول بالا سے مضبوط اور معتبر ہوتی ہیں، جب مظلوموں کے لیے انصاف کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو پھر ایک ایسا دروازہ کھل جاتا ہے جہاں مظلوموں کی سنی جاتی ہے اور ظالموں، جابروں کی کڑی گرفت ہوتی ہے۔

قائد ڈے تقریبات جاری۔۔۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 69ویں سالگرہ کی نسبت سے پاکستان کے طول وعرض اور بیرون ملک سالگرہ کی تقریبات منعقد ہوئیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ سالگرہ کے سلسلے میں پہلی بڑی تقریب آغوش کمپلیکس میں آغوش آرفن کیئر ہوم کے زیر اہتمام منعقد ہوئی۔ جس کے مہمان خصوصی صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین قادری تھے۔ آغوش آرفن کیئر ہوم کے بچوں نے اپنے قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے خصوصی نغمے اور نظمیں تیار کررکھی تھیں۔ مختلف طلبہ و طالبات نے تقاریر کے ذریعے بھی اپنے قائد اور شیخ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس اہم تقریب میں منہاج یونیورسٹی لاہور کے وائس چانسلر ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد، بیرسٹر عامر حسن بھی خصوصی طور پر شریک ہوئے اور انہوں نے انتہائی دلپذیر انداز میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس ضمن میں دوسری تقریب فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی بھی ڈاکٹر حسین محی الدین قادری تھے۔

سالگرہ کی مرکزی تقریب 19 فروری 2020ء کو منعقد ہوئی جس میں جملہ قائدین، فورمز کے صدور اور ہزاروں کی تعداد میں کارکنان شریک تھے۔ شیخ الاسلام کی 69ویں سالگرہ کے موقع پر یورپ، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا میں بھی خصوصی کیک کاٹے گئے اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صحت و تندرستی کیلئے دعائیں کی گئیں۔ مختلف تقاریب میں قرعہ اندازی کے ذریعے عمرہ کے ٹکٹ بھی نکالے گئے۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی تحریر، تقریر کے ذریعے دنیا بھر میں آباد مسلم نوجوانوں کی زندگیوں اور سوچنے، سمجھنے کے انداز بدل ڈالے۔ بہت تھوڑے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایک صدی کا کچھ حصہ جی کر پھر صدیوں جیتے ہیں، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ ماہنامہ منہاج القرآن کی طرف سے بھی ہم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو ان کی 69ویں سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین۔ (چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی)

القرآن

معراج النبی ﷺ: نئے پہلو اور نئے دلائل

جسدِ مصطفیٰ ﷺ، ارواحِ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ لطیف اور بشریت و نورانیت دونوں کا مرقع ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی علمی و روحانی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. (بنی اسرائیل، ۱:۱۷)

’’وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے سفرِ معراج کے تین مراحل ہیں:

۱۔ پہلا مرحلہ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک ہے۔ اس مرحلہ کا ذکر قرآن مجید کی درج بالا آیت میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ معراج کے اس مرحلہ کا انکار کرنا کفر ہے، اس لیے کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اس مرحلہ کو ’’اسریٰ‘‘ کہا گیا ہے۔

۲۔ معراج کا دوسرا مرحلہ مسجدِ اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ مسجدِ اقصیٰ سے آسمانی و بالائی کائنات کی آخری منزل تک کا یہ دوسرا مرحلہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس موضوع پر احادیثِ صحیحہ اور روایات میں اس قدر کثرتِ طرق ہے کہ اس مرحلہ کا بیان معنوی طور پر حدِ تواتر کو پہنچتا ہے۔ اس مرحلۂ معراج کا انکار کرنا اعتقادی فسق اور گمراہی ہے یعنی اس مرحلہ کا انکار کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا لیکن گمراہ اور فاسق ہوجاتا ہے۔ یہ دوسرا مرحلہ ’’معراج‘‘ کہلاتا ہے۔

عرب دنیا معراج کے ان سارے مراحل کو مانتی ہے اور اس کا عقیدہ رکھتی ہے مگر وہاں اس کے لیے معروف، مروّج اور متداول لفظ ’’اسریٰ‘‘ ہے۔ وہ اسے ’’لیلۃ الاسریٰ‘‘ کہہ کر مناتے ہیں۔ ہمارے ہاں اور گرد و نواح کے خطوں میں ’’لیلۃ المعراج‘‘ زیادہ معروف ہے۔

۳۔ معراج کا تیسرا مرحلہ سدرۃ المنتہیٰ سے ’’قاب قوسین او ادنی‘‘ تک کا ہے۔ روایات کے مطابق سدرۃ المنتہیٰ پر سیدنا جبریل امین رُک گئے اور اس سے آگے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریکِ سفر رہنے کی استعداد، صلاحیت اور طاقت اُن میں نہیں تھی۔ سدرۃ المنتہیٰ سے شروع ہونے والے اس سفر کی آخری منزل کا کوئی تعین نہیں ہے اور نہ وہ ذہنوں میں آسکتی ہے، اس مرحلہ کو بعض کتب میں بعض عرفاء بطورِ خاص خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے ’’اعراج‘‘ کا نام دیا ہے۔

اس تیسرے مرحلہ کا انکار کرنا حق اور صواب سے ہٹ جانا ہے۔ یعنی بندہ صحتِ عقیدہ یا عقیدہ میں خیر کے پہلو سے محروم ہوجاتا ہے۔ اس مرحلے کے انکار سے بندہ نہ کافر ہوتا ہے اور نہ صریح گمراہ ہوتا ہے۔

اس بات کو کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک ہی بات کو پکڑ لیا جاتا ہے اور ایک ہی ٹھپا (مہر) ہاتھ میں ہوتا

☆ (خطاب نمبر: En-62)، (بمقام مرکزی سیکرٹریٹ منہاج القرآن) (مورخہ: 3 اپریل 2019ء)

ہے اور ہر جگہ اسی کو لگاتے چلے جاتے ہیں۔ ہم تفریق نہیں کرتے جبکہ علم حسبِ مرتبہ تفریق کرنے اور ہر چیز کی تفصیل کرنے کا نام ہے۔ لہٰذا ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ کس مرحلہ کے انکار سے بندہ کافر ہوجاتا ہے، کس مرحلہ کے انکار سے بندہ ضال اور گمراہ ہوجاتا ہے اور کس مرحلہ کے انکار سے بندہ صواب (صحتِ عقیدہ) سے محروم ہوتا ہے۔

معراج النبی ﷺ: نئے پہلو اور نئے دلائل

مذکورہ تمام بات معروف ہے اور علمی شغف رکھنے والے لوگ اس سے آگاہ ہیں مگر اب معجزہ معراج النبی ﷺ کے کچھ ایسے پہلو اور دلائل بیان کروں گا جو نئے ہیں اور اس سے پہلے بیان نہیں کیے:

۱۔ مکمل سفرِ معراج جسمانی ہے

مذکورہ تینوں مراحل پر مشتمل حضور نبی اکرم ﷺ کا سارا سفرِ معراج جسد مع الروح ہے یعنی سارا سفرِ معراج جسمِ اقدس کے ساتھ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کچھ حصہ آپ ﷺ نے جسمِ اقدس کے ساتھ سفر فرمایا ہو اور کچھ حصہ جسمِ اقدس کے بغیر روحِ مبارک کے ساتھ سفر کیا ہو۔ سفرِ معراج کے کچھ حصے کو فقط جسم اور کچھ حصے کو فقط مع الروح بلا جسد مان کر اس سفر کے ٹکڑے نہیں کیے جاسکتے۔

۲۔ سفرِ معراج روحانی یا منامی نہیں ہے

اگر کوئی کہے کہ سفرِ معراج فقط روحانی ہے تو یہ بات یاد رکھ لیں کہ روحانی معراج سے اُن کی مراد منامی معراج یعنی خواب کی معراج ہے کہ آپ ﷺ رات کو سوئے اور خواب میں معراج کیا۔ سفرِ معراج روحانی یا منامی نہیں ہے، اس لیے کہ اگر معراج کو فقط روحانی و منامی مان لیں تو یہ معجزہ ہی نہ رہا اور اس بات کا کلیتاً انکار ہوگیا جس کا دعویٰ اللہ تعالیٰ نے **سبحن الذی اسریٰ** کے الفاظ کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اس لیے کہ معراج کو روحانی و منامی مان لینے سے یہ اللہ کا ایسا دعویٰ بن گیا کہ جس دعویٰ کی (**استغفر اللّٰہ العظیم**) کوئی حقیقت ہی نہ تھی۔

سبحن الذی اسریٰ بعبدہ کے الفاظ کے ساتھ اس سفرِ معراج کا ذکر اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہ سفر جسمانی تھا۔ فرض کریں کہ اگر یہ سفر روحانی اور منامی تھا تو اللہ رب العزت کی ذات تو ہزاروں اولیاء کرام کو خواب میں اعلیٰ بلندیوں تک لے جاتی ہے تو اس سفر میں آقا ﷺ کی تخصیص کیا ہوئی؟ حضور ﷺ کی امت کے ہزاروں اولیاء ایسے ہوئے اور ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں خواب میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور کبھی آسمانوں تک کا سفر کرایا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ سفرِ معراج بھی اگر خواب میں ہے تو پھر یہ سفر آپ ﷺ کی تخصیص نہ رہی اور جب آپ ﷺ کی تخصیص نہ رہی تو یہ معجزہ نہ رہا اور جب یہ سفرِ معراج معجزہ نہ رہا تو اللہ تعالیٰ کا کلام غیر ضروری بن گیا، دعویٰ بغیر بنیاد کے بن گیا، قرآن میں اس کا ورود غیر متعلقہ ہوگیا اور سورۃ النجم کی آیات کا کوئی تعلق حضور ﷺ کی ذات سے ہی نہ رہا۔

اس موقع پر یہ بحث نہیں کررہے کہ سورۃ النجم کی آیات میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا مراد ہے یا جبریل امین کو دیکھنا مراد ہے۔۔۔؟ **ثم دنٰی فتدلّٰی** سے مراد حضور ﷺ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے یا حضور ﷺ کی ذات اور جبریل امین کی ذات مراد ہے۔۔۔؟ علماء کے ہاں یہ ہی بحث ہوتی ہے، ہم اس بحث میں نہیں جاتے۔ سمجھانا مقصود یہ ہے کہ ان آیات میں اشارہ خواہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو یا جبریل امین کی طرف ہو، اگر سب کچھ خواب میں ہوا ہے تو یہ معجزہ ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ خواب تو آتے رہتے ہیں۔ عام مومنین کو بھی خواب آتے ہیں، صلحاء کو ان سے زیادہ سچے خواب آتے ہیں اور اولیاء کو صلحاء سے بھی زیادہ سچے خواب آتے ہیں، پھر اولیاء کاملین، مقربین، صدیقین کو سب سے بڑھ کر سچے خواب آتے ہیں۔ ان ہستیوں کو خوابوں میں اللہ تعالیٰ اور جبریل امین کی بھی زیارت ہوتی ہے اور خواب میں وہ آسمانوں اور جنت تک کی سیر کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کے سفرِ معراج کو اگر روحانی و منامی معراج تسلیم کرلیں تو یہ معجزہ کا ہی انکار ہوگیا جبکہ اس سفرِ معراج کے بیان کا آغاز اللہ نے ''سبحن'' کے لفظ سے کیا ہے اور یہ لفظ اللہ تعالیٰ اس وقت بیان فرماتا ہے جب کوئی بڑا کام ہو۔

عام زندگی میں ہم لوگ بھی معمول اور عادت کی چیزوں

کے منعقد ہونے پر "سبحان اللہ" کے الفاظ استعمال نہیں کرتے۔ مثلاً: اگر کوئی شخص پانی پیئے، کھانا کھائے یا کوئی خواب دیکھے یا کوئی قاری قرآن عام لہجہ میں تلاوتِ قرآن کرے تو سننے اور دیکھنے والے سبحان اللہ نہیں کہتے، اس لیے کہ اگر کوئی کام مطابقِ عادت ہو تو اس پر سبحان اللہ نہیں کہا جاتا۔ ہاں اگرکوئی قاری قرآن خاص لہجہ اور انداز میں اعلیٰ تجوید کے ساتھ قرات کرے تو لوگ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ سبحان اللہ اس کام پر کہتے ہیں جس بات پر تعجب ہو، جو بات یا کام عادت، انسانی طاقت، صلاحیت، استعداد اور قوت سے بڑھ کر ہو۔ کوئی ایسا انوکھا و نرالا کام ہو کہ جسے کوئی اور نہ کرسکتا ہو، ایسے میں کوئی ایسا کام کردکھائے تو اس پر انسان کلماتِ تحسین بولتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے سفرِ معراج کو بیان کرتے ہوئے جب اللہ رب العزت نے **سبحان الذی اسریٰ بعبدہ** کے کلمات بیان فرمائے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ذات ہر شک و شبہ، اعتراض، کمزوری اور نقص سے پاک ہے، جو چیز تم سوچ بھی نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ نے وہ چیز اپنے محبوب کے لیے کر دکھائی۔ اس ساری گفتگو سے واضح ہوا کہ اگر معراج کو روحانی و منامی تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس کی حیثیت معجزہ کی نہیں رہتی۔

۳۔ کیا سفرِ معراج پر فقط آقاؐ کی روح گئی ہے؟

معراج کے روحانی و منامی ہونے سے متعلق پیدا ہونے والے اشکال کے ازالہ کے بعد اب معجزۂ معراج کو ایک اور پہلو سے بیان کرتے ہیں۔ یہ بات کسی نے کہی نہیں ہے، صرف ایک امکانی بات کررہا ہوں۔ علماء و ائمہ میں سے اس امکان کو کسی نے بیان نہیں کیا مگر ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں آئے اور وہ اس بات کو بیان کردے۔ اس لیے اس بات کے ذریعے پیدا کیے جانے والے اشکال کا بھی پہلے ہی ازالہ کیے دیتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ معراج النبی ﷺ خواب کا واقعہ نہیں تھا بلکہ فقط آپ ﷺ کی روح معراج پر گئی ہے، جسم نہیں گیا تو یہ بات بے عقلی کی ہے۔ اس لیے کہ ایسا کہنے والا گویا یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس رات ایک وقت ایسا آیا کہ جسمِ اقدس آرام فرما تھا اور جسم سے روح نکل گئی تھی۔ جب روح نکل جائے تو اس کیفیت کو موت کہتے ہیں۔ ایسا کہنے یا سوچنے والا معراج کا موضوع بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ پر **معاذ اللہ** موت وارد کررہا ہے۔ اگر روح نکل جائے اور جسم وہیں رہے تو یہ موت کی کیفیت ہوئی اور اس کیفیت پر **سبحان الذی** کے الفاظ استعمال کرنا بنتا ہی نہیں ہے۔

یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ کی شان بیان کرنے کے برعکس ہے۔ اسلام کی 1200 سال کی تاریخ میں ائمہ، محدثین، علماء، متکلمین، فقہاء اور اصول دین وعقیدہ کے اکابرین میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی کہ جسم مکہ معظّمہ میں ہی رہا اور جبریل امین روح کو سفر پر لے گئے اور یہ روح ہی **قاب قوسین او ادنیٰ** تک گئی۔ یہ نہ صرف نامعقول اور نادانی کی بات ہے بلکہ عقلاً و نقلاً غلط اور بے بنیاد بات ہے۔

۴۔ کفار کے اعتراضات سے جسمانی معراج کا اثبات

سوال پیدا ہوتا ہے کہ سفرِ معراج سے واپسی کے بعد اگر حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہو کہ میں نے آج رات خواب میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر کیا ہے اور معراج کیا ہے تو کیا اس بات پر ابوجہل کو اعتراض کرنے، کفارومشرکین کا صحنِ کعبہ میں اکٹھ کرنے اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو تصدیق کرنے کی ضرورت ہے۔۔۔؟ نہیں، اس لیے کہ خواب تو کسی کو بھی کسی بھی چیز کا آسکتا ہے۔ پس منامی معراج پر اعتراض و انکار اور تصدیق وتکذیب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

☆ حدیث مبارک میں ہے کہ کفارومشرکین نے اکٹھے ہوکر حضور نبی اکرم ﷺ سے مکہ مکرمہ سے مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر کے راستے کے بارے میں اور مسجدِ اقصیٰ کے بارے میں مختلف سوال کیے، آپ ﷺ نے ان سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، ۱: ۱۵۶، رقم: ۱۷۲)

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو خواب بتائے کہ میں خواب میں فلاں جگہ گیا تو کیا کوئی اس سے اس جگہ کی جزئیات کے بارے میں بھی پوچھتا ہے کہ بتاؤ فلاں عمارت یا جگہ کے کتنے دروازے اور کتنی کھڑکیاں ہیں۔۔۔؟ کیا کوئی خواب سنانے والے سے سفر کے احوال بھی پوچھتا ہے کہ تم نے اس سفر کے دوران

کتنے قافلے آتے جاتے دیکھے۔۔۔؟ اگر کوئی کسی کو خواب سنائے تو اس سے کوئی سوال کرنا بنتا ہی نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی شبِ معراج کے بعد صبح جب اس سفر کو بیان کیا تو خواب کے طور پر بیان نہیں کیا بلکہ حالتِ بیداری میں جسم کے ساتھ معراج پر جانے کی حقیقت کو بیان کیا تھا، تب ہی تو کفار میں ایک زلزلہ بپا ہوا تھا کہ محمد ﷺ نے یہ کیسی بات کردی؟ ایک ہی رات میں یہ یہاں سے وہاں تک کیسے ہوکر آ گئے؟

۵۔ کیا آدھا سفرِ معراج جسمانی اور آدھا روحانی ہے؟

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ ﷺ کا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفرِ معراج جسم کے ساتھ ہوا اور مسجدِ اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ اور قاب قوسین او ادنیٰ تک کا سفر روح کا سفر ہے، جسمانی معراج نہیں تو معراج النبی ﷺ کے بارے میں یہ مؤقف رکھنے والے سے سوال کیا جائے گا کہ اگر مسجدِ اقصیٰ تک جسم کے ساتھ گئے اور اس سے اوپر روح گئی تو پھر جسم کہاں چھوڑ گئے۔۔۔؟ جسمِ اقدس حرمِ کعبہ میں چھوڑ گئے یا بیت المقدس پر رہ گیا۔۔۔؟ اگر یہ کہیں کہ جسمِ اقدس حرمِ کعبہ میں چھوڑ گئے تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ تک بھی جسمِ اقدس کے ساتھ نہیں گئے اور اگر کہیں کہ مسجدِ اقصیٰ تک جسم کے ساتھ گئے، اوپر روح کے ساتھ گئے تو پھر مسجدِ اقصیٰ میں جسم کہاں چھوڑا۔۔۔؟ روح کب پلٹی اور جسم میں دوبارہ کب آئی۔۔۔؟ اس عرصہ میں جسم زندہ رہا یا وفات پا گئے۔۔۔؟

اگر جسم مسجدِ اقصیٰ سے اوپر نہیں جارہا تو وہاں سے فقط روح کو لے جانے کی ضرورت کیا تھی۔۔۔؟ کیا جسمِ اطہر القدس پر رہا یا براق پر مکہ مکرمہ واپس آ گیا۔۔۔؟ اگر جسم براق پر واپس آ گیا تو روح مبارک کس چیز پر اوپر گئی۔۔۔؟ اگر روح کو براق لے گیا تو جسم مکہ مکرمہ کیسے واپس آیا۔۔۔؟ گویا یہ بات کرنے والوں نے مسجدِ اقصیٰ پر لے جاکر روح کو جسم سے جدا کردیا۔ لہٰذا یہ مفروضہ بھی غیر معقول و غیر منقول ہے۔ اس مفروضہ میں بھی کوئی جان اور دلیل نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ معراج النبی ﷺ کو منامی کہنے کا بھی کوئی جواز نہیں اور نہ اس امر کا جواز ہے کہ جسم وہیں رہا اور فقط روح معراج پر گئی۔ اسی طرح اس امر کا بھی جواز نہیں کہ آدھا سفر جسم و روح کے ساتھ ہوا اور آدھا سفر فقط روح کے ساتھ ہوا۔ ان تینوں امکانات میں سے کوئی امکان قابلِ قبول نہیں۔

معراج النبی ﷺ کے حوالے سے اصل مذہبِ جمہور یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا سارا سفرِ معراج مسجدِ حرام سے لے کر قاب قوسین او ادنیٰ تک جسم و روح کے ساتھ اکٹھا ہے۔

۶۔ براق پر سفرِ معراج کی حکمتیں

سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سفرِ معراج کے لیے براق لانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس میں کئی ایک حکمتیں کارفرما ہیں، جن میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) براق کا لایا جانا جسمانی معراج کی دلیل ہے

براق کا لانا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا معراج جسم و روح کے ساتھ ہورہا ہے۔ سواری اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سوار ہوکر جارہا ہے۔ اگر فقط روح نے سفر کرنا تھا تو اس کے لیے براق لانے کی کیا ضرورت تھی؟ روح تو براق سے زیادہ نورانی ہے، اس کو براق کی کیا ضرورت ہے۔ براق کا لایا جانا بذاتِ خود اس بات کا پیغام اور اعلان ہے کہ یہ فقط روح کا یا منامی سفر نہیں ہے بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ جسدِ مبارک سمیت بنفسِ نفیس سفرِ معراج کے لیے تشریف لے جارہے ہیں۔

(۲) عالمِ اسباب کے طریقوں سے مطابقت

براق لانے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ یہ دنیا چونکہ عالمِ اسباب ہے اور اس دنیا میں جو کوئی سفر کرتا ہے، وہ سواری پر سفر کرتا ہے، لہٰذا اس عالم اسباب (دنیا) کے طور طریقے کو قائم رکھنے کے لیے براق لایا گیا تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ حضور ﷺ نے اسباب کے ساتھ سفر کیا۔ اگر سفر آسمانوں سے ہوتا تو شاید براق نہ لایا جاتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے سفر کی ہیئت و شکل کو عالمِ اسباب کے طریقوں سے مطابقت و موافقت دینے کے لیے براق لایا گیا۔

(۳) ترکِ تدبیر سنت نہیں ہے

سفرِ معراج کے لیے براق لانے میں کارفرما ایک حکمت یہ بھی ہے کہ امت کے وہ اولیاء جو اپنی روحانی طاقت پر بغیر سواری کے سفر کرسکتے ہیں، انہیں بھی درس دے دیا جائے کہ بغیر سواری کے اڑتے پھرنے میں بلند رتبہ نہیں بلکہ سواری پر جانے میں بلند رتبہ ہے۔ تدبیر کو چھوڑنا بلند مقام نہیں ہے بلکہ تدبیر کی سنت کے مطابق چلنا بلند رتبہ ہے۔ اولیاء، صلحاء، مومنین ومتقین کو پیغام دینا مقصود ہے کہ تدابیر کو ترک کرکے پرواز کرنا یا پرواز کی خواہش رکھنا سنتِ محمدی کے خلاف ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر تدبیر اور سبب کے بغیر سفر کرنے کی طاقت کائنات میں اور کون رکھ سکتا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ خود جانے کی طاقت رکھتے ہیں، تدبیر وسبب کی حاجت نہیں لیکن پھر بھی تدبیر وسبب کو اختیار کیا۔

اگر تدبیر وسبب کی حاجت ہوتی تو انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کرتے ہوئے کون سی تدبیر وسبب اختیار کیا تھا۔۔۔؟ اگر حضور ﷺ تدبیر وسبب کے محتاج ہوتے تو ڈوبے سورج کو پلٹانے میں کیا سبب اختیار کیا تھا۔۔۔؟ جب درختوں کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور وہ خود ہی اپنی جڑوں کو زمین سے اکھاڑتے ہوئے چلے آئے اور قدموں میں سجدہ ریز ہوگئے، اس موقع پر آپ ﷺ نے کون سی تدبیر وسبب کو اختیار کیا۔۔۔؟ اسی طرح پتھروں کا کلمہ پڑھنا اور مُردوں کا زندہ ہوجانا بغیر تدبیر واسباب کے ہے۔

حضور ﷺ کے سیکڑوں معجزات بغیر تدابیر و اسباب کے ہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ سب کچھ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس ہستی کو اتنی بڑی طاقت عطا کر رکھی ہو کہ وہ بلا تدبیر واسباب سب کچھ کرسکتی ہو تو وہ ہستی اللہ کی بارگاہ کی طرف سفر کرتے ہوئے اگر تدبیر وسبب کو ترک نہ کریں بلکہ براق پر سوار ہوکر جائیں تو آپ ﷺ کی امت کے اولیاء وصلحاء کا تدبیر وسبب کو ترک کرنا کون سی بڑائی و بلندی کی بات ہے۔

☆ معراج پر براق کی سواری سے میں یہ نکتہ اخذ کرتا ہوں کہ کئی بیمار لوگ علاج نہیں کرواتے، کہتے ہیں کہ خالی دَم سے ٹھیک ہوجائیں گے۔ دَم بلاشبہ برکت کا عمل ہے مگر علاج کی تدبیر کو ترک کرنا سنت کے خلاف ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگ بے شمار معاملات میں تدبیر وسبب کو چھوڑ دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تدبیر کے بغیر ہی سب کچھ ہوجائے، شادی بھی ہوجائے، کاروبار بھی ترقی کرے، خوشحالی بھی آجائے اور بیماریاں بھی دور ہوجائیں۔ تدبیر کے بغیر ایسا طرزِ فکر رکھنا یا ایسا طرزِ عمل اپنانا سنت کے خلاف ہے۔ جو کوئی لوگوں کو تدبیر و سبب کو ترک کرنے کا راستہ دکھائے اور دعویٰ کرے کہ تدبیر و سبب کے بغیر سب کچھ ہوجائے گا، وہ ولی اللہ، صالح اور متبع سنت نہیں ہوسکتا۔ کمال اتباعِ سنت میں ہے۔ جو اتباعِ سنت میں جتنا بلند ہوتا چلا جائے گا، اس کا مرتبۂ ولایت اتنا ہی اونچا ہوتا چلا جائے گا۔ پس تدبیر واسباب کو ترک کرنا سنت نہیں بلکہ اسباب کو استعمال کرنا سنت ہے۔

☆ حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک اور معجزہ سے تدبیر اور اسباب کو اختیار کرنے کی وضاحت کرتا ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے کئی مواقع پر پینے کے لیے یا وضو اور غسل کے لیے پانی ختم ہونے پر انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمائے۔ مثلاً: صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمائے جس سے 1400 صحابہ کرام ﷺ مستفید ہوئے۔ (احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲۹، رقم: ۱۴۵۶۲)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کبھی انگلیوں میں سے پانی کے چشمے جاری ہوسکتے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کے لیے پانی کے چشمے جاری فرمائے تو وہ اپنی انگلیوں سے نہیں بلکہ عصا کو پتھر پر مار کر چشمے جاری فرمائے کیونکہ چشمے زمین اور پتھروں ہی سے جاری ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ کام کیا جو ظاہراً ہوا کرتا ہے، پانی کا جاری ہونا معجزہ نہیں بلکہ آپ علیہ السلام کے عصا کے لگنے سے چشمے جاری ہونا معجزہ ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے 100 گنا زیادہ عظیم ہے۔ عصا لگنے سے پانی جاری ہونا معجزہ مگر زمین سے چشمے پھوٹنا عادت ہے۔ ادھر حضور نبی اکرم ﷺ نے انگلیوں سے چشمے جاری کیے، پانی کا اس طرح جاری ہونا معجزہ ہے، اس لیے کہ انگلیوں سے کبھی چشمے جاری نہیں ہوا

کرتے۔ چشمہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی جاری کیا مگر وہاں سے جاری کیا جہاں سے جاری ہوتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی چشمے جاری کیے مگر زمین سے جاری نہیں کیے بلکہ جب ضرورت پڑی، اپنی انگلیوں سے جاری کردیئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس معجزہ میں بھی سنتِ تدبیر جاری رکھی۔ آپ ﷺ نے ایسا کبھی نہیں کیا کہ پانی کی ضرورت پڑنے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ہوا میں انگلیاں کردی ہوں اور چشمے جاری ہوگئے ہوں۔ ہوا یہی ہے کہ انگلیوں سے چشمے جاری ہوئے لیکن اس طریقے سے جاری نہیں کیے بلکہ جب ضرورت پڑتی تو آپ ﷺ کچھ نہ کچھ پانی منگواتے اور فرماتے کہ جس کے پاس جس قدر بھی پانی ہے، ایک، دو چُلو یا چند قطرے، وہ لے آئے۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، ۳: ۱۳۱۰، رقم: ۳۳۸۳)

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تھوڑا سا بھی پانی نہ ہوتا تو خالی پیالہ یا برتن ہی طلب فرماتے اور پھر اس برتن میں ہاتھ مبارک ڈالتے تاکہ ایک پردہ ہوجائے، ہاتھ کو چھپادیتے اور پھر چشمے جاری فرمادیتے۔ محض ہاتھ کو ہوا میں رکھ کر چشمے جاری نہ کرتے تاکہ کوئی جادوگری بھی نہ سمجھے اور ہاتھ پیالے میں اس لیے رکھا تاکہ کوئی اسے بلا تدبیر بھی نہ سمجھے۔ یعنی وہ تھوڑا سا پانی جو چند قطرے یا ایک، دو چُلو ہوتا، اس میں ہاتھ ڈبوکر دریا بنادیتے۔

☆ اسی طرح آپ ﷺ کسی کی کھجوریں بڑھادیتے۔ اس معجزہ کے اظہار میں بھی ایسا نہیں کرتے تھے کہ محض اشارے سے زمین پر کھجوروں کا انبار لگادیتے بلکہ دو چار کھجوریں کسی پوٹلی میں ہوتیں تو اُن پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیتے اور فرماتے کہ اس کو کھولنا نہیں، تمہاری نسلیں کھاتی رہیں گی مگر یہ ختم نہ ہوں گی۔ (احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۵۲، رقم: ۸۶۱۳)، (سنن ترمذی، کتاب المناقب، ۵: ۶۸۵، رقم: ۳۸۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی عطا کردہ ایک پوٹلی میں موجود چند کھجوریں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور تک 25 سال ہم کھاتے رہے مگر ختم نہیں ہوئیں۔

پس حضور نبی اکرم ﷺ معجزہ کے اظہار میں کبھی چند قطرے پانی کی صورت میں اور کبھی چند کھجوروں کی صورت میں تدبیر بھی اختیار فرماتے۔ حضور ﷺ کے اس معجزہ سے پانی یا کھجوروں کی تخلیق ہوتی تھی مگر آپ ﷺ اس کی شکل تکثیر کی رکھتے یعنی آپ ﷺ پانی اور کھجوریں پیدا کرتے مگر شکل ایسی دکھاتے کہ جیسے زیادہ فرمارہے ہیں۔

جس طرح ان مذکورہ معجزات میں تدبیر اختیار فرمائی، اسی طرح معراج کے موقع پر براق کے استعمال کی حکمت بھی تدبیر و اسباب کو اختیار کرنے کا درس دینا ہے تاکہ تدبیر کا استعمال سنت ثابت ہوجائے۔ معراج سے بڑا معجزہ اور کیا ہوگا، یہ آخری حد ہے کہ آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ تک ہو آئے، اس معجزہ میں بھی آپ ﷺ نے تدبیر کی صورت کو ترک نہیں کیا بلکہ برقرار رکھا ہے۔

۷۔ جسدِ مصطفیٰ ﷺ ارواحِ انبیاء سے زیادہ لطیف ہے

حضور نبی اکرم ﷺ سفرِ معراج پر اپنے جسمِ اقدس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اس سفر کے دوران پہلا پڑاؤ (Stop over) مسجد اقصیٰ پر ہوا ہے، یہاں آپ ﷺ کچھ دیر رکے ہیں اور پھر یہاں سے اگلی منزل کو روانہ ہوئے ہیں۔ اس پڑاؤ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کے مقتدی بنے اور آپ ﷺ نے انبیاء کی جماعت کی امامت فرمائی۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس موقع پر جملہ انبیاء کرام علیہم السلام جسمانی طور پر وہاں موجود تھے۔۔۔؟ اگر وہ اصل جسموں کے ساتھ وہاں تھے تو کیا ان کی قبریں اس وقت خالی تھیں۔۔۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کسی حدیث اور روایت سے ثابت نہیں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام شبِ معراج اپنے جسموں کے ساتھ مسجدِ اقصیٰ میں موجود تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنے مبارک اجساد کے ساتھ اپنی قبروں سے نکل آئے اور حضور ﷺ کے پیچھے مسجدِ اقصیٰ میں کھڑے تھے۔ پھر سوال یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام وہاں کسی صورت میں موجود تھے؟ اس کے جواب میں دو امکان ہیں:

۱۔ ایک امکان یہ ہے کہ اس موقع پر فقط انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس ارواح موجود تھیں جو مقتدی بن کر کھڑی تھیں۔ یہ نقطہ نظر حق ہے۔

۲۔ دوسرا امکان یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ارواح کو اللہ نے مثالی جسم (images) عطا کردیئے اور اُن کی روحیں مثالی اجساد کی شکل میں وہاں موجود تھیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام خواہ مثالی جسم کے ساتھ مسجدِ اقصیٰ میں کھڑے تھے یا اُن کی مجرد ارواح موجود تھیں، دنوں صورتوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس ارواح مسجدِ اقصیٰ میں موجود تھیں جو آقا ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہی تھیں جبکہ آقا ﷺ صرف روح نہیں بلکہ جسم مع الروح وہاں پر موجود تھے۔ یعنی ارواحِ انبیاء کی امامت مصطفیٰ ﷺ اپنے جسدِ مبارک کے ساتھ کروا رہے ہیں۔

یہ بات یاد رکھیں کہ امام، مقتدیوں سے اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے۔ امامت ارفعیت و افضلیت سے ہوتی ہے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ امامت جسمِ مبارک کے ساتھ کروا رہے ہیں اور مقتدی انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح ہیں تو اس سے یہ نکتہ میں نے بتوفیقِ الٰہی اخذ کیا ہے کہ آقا ﷺ کا جسم بھی انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے افضل، اعلیٰ، زیادہ منور اور لطیف ہے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام کی مقدس ارواح مقتدی ہیں اور آپ ﷺ اپنے جسمِ اقدس کے ساتھ امام ہیں۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے پیکرِ بشری کو اتنی نورانیت دی ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کے نور سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔

یاد رکھ لیں! روح مادی شے نہیں بلکہ نور ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح نوروں سے افضل نور یعنی نور علی نور ہوتی ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح جو اعلیٰ درجہ کا نور ہیں، اُن کی امامت آقا علیہ السلام کا پیکرِ بشری کروائے تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی بشریت بھی انبیاء علیہم السلام کی نورانیت سے اعلیٰ ہے۔ حضور ﷺ کے جسمِ مبارک کو اتنی لطافت و نورانیت حاصل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس ارواح بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اس لیے آقا علیہ السلام اس قابل ہوئے کہ جسدِ مبارک کے ساتھ اُن کی مقدس ارواح کو امامت کروا رہے ہیں۔

مزید یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کروانا آپ ﷺ کا مرتبہ بھی ہے کہ اولین و آخرین تمام انبیاء و رسل علیہم السلام آپ ﷺ کی اقتداء و امامت میں نماز پڑھیں۔

۸۔ جسدِ مصطفیٰ ﷺ بشریت و نورانیت دونوں کا مرقع ہے

انبیاء کرام کی امامت کروانے کے امر سے آپ ﷺ کے جسمِ اقدس اور پیکرِ بشریت کی ہیئت و حقیقت بھی واضح ہوتی ہے۔ وہ جسمِ اقدس جو انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح سے بھی بلند ہے، اس پیکرِ بشری کا اپنا حال کیا ہے، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن و سنت کی نصوص، تشریحات، تاویلات، سلف صالحین، ائمہ، اولیاء اور اکابر علماء کی تصریحات سے جو کچھ میں نے اخذ کیا، اس سے میں ایک نتیجے پر پہنچا ہوں۔ اس نتیجہ کو بیان کرنے سے قبل یہ سن لیں کہ یہ بات میں نے کہیں پڑھی نہیں، پڑھی ہوتی تو میں اُن ائمہ کو نقل کرتا کہ انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ اس لیے اس نتیجہ کو اخذ کرنے میں اگر کوئی غلطی ہے تو اُسے میری طرف ہی منسوب کریں اور اگر اس میں صحت و اچھائی ہے تو اُن اکابر ائمہ و اولیاء کی طرف منسوب کریں جن سے شرفِ تلمذ حاصل ہے اور جن کو ہم پڑھتے اور خیرات لیتے ہیں۔

مجھے لگتا ہے کہ حضور ﷺ کا جسمِ اقدس بشریت اور نورانیت دونوں کا مرقع تھا۔ آپ ﷺ کا جسمِ اقدس فقط بشری پیکر نہیں تھا بلکہ بشری پیکر کے ساتھ ساتھ مرقع نور بھی تھا۔ اس نکتہ کو سمجھ لینے کے بعد جب ہم احادیث کا مطالعہ کریں تو ہم پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے جسم اقدس کے بشری خواص بھی تھے اور جسمِ اقدس کے نورانی خواص بھی تھے۔ مثلاً:

☆ آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کا ہونا بشری خواص میں سے ہے مگر جسمِ اقدس کا سایہ نہ تھا، یہ نور کے خواص میں سے ہے۔

☆ اسی طرح آپ ﷺ کے جسمِ مبارک سے پسینہ نکلتا تھا، جسم پر پسینے کا آنا بشری خواص میں سے ہے مگر پسینے سے خوشبو آئے یہ بشری خواص نہیں بلکہ نورانی خواص میں سے ہے۔ آپ ﷺ کے جسمِ مبارک سے جو خوشبو آتی، وہ خوشبو لگائے بغیر آتی تھی۔ کوئی کہے کہ حضور ﷺ خوشبو لگاتے تھے، یہ آپ ﷺ کی سنت ہے مگر احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ خوشبو لگائے بغیر بھی آپ ﷺ جدھر سے گزر جاتے، فضائیں معطر ہو جاتیں۔

☆ اسی طرح آپ ﷺ کے دہن مبارک میں لعاب بنتا تھا۔ لعابِ دہن کا بننا بشری خواص میں سے ہے مگر اس لعاب مبارک میں جراثیم کا نہ ہونا اور اس سے بیماروں کو شفا ہو جانا نور کے خواص میں سے ہے۔

اس طرح کی بیسیوں مثالیں آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور فضائل میں موجود ہیں۔ اس سے میں یہ سمجھ پایا ہوں کہ آپ ﷺ کا جسمِ اقدس بشریت اور نورانیت کا مرقع تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی متعدد شانیں ہیں، ان شانوں میں بشریت، نورانیت اور حقانیت کی شانیں بھی ہیں۔ بشریت کی شان جسمِ اطہر سے متعلق ہے۔۔۔ نورانیت کی شان آپ ﷺ کے نور سے متعلق ہے۔۔۔ اور حقانیت و مظہریت کی شان آپ ﷺ کی حقیقت سے متعلق ہے۔ یہ موضوع الگ ہے، اس حوالے سے میرے بیسیوں خطابات ہیں، آپ ﷺ کی ان شانوں کا بیان الگ بات ہے اور جو بات اب کہہ رہا ہوں، وہ الگ اور نئی بات ہے کہ آپ ﷺ کی دو شانیں بشریت اور نورانیت دونوں ہی آپ ﷺ کے جسمِ اقدس میں جمع تھیں۔ سوچیے کہ اگر بشریت اور نورانیت کی شانیں آپ ﷺ کے جسمِ اطہر میں ہیں تو آپ ﷺ کی روح کے مقام کا عالم کیا ہوگا؟

۹۔ آقاؐ کی ذات کے ہر گوشے کو معراج عطا کی گئی

حضور نبی اکرم ﷺ کا تمام سفرِ معراج جسمِ اقدس کے ساتھ ہوا مگر سفر کے تینوں مراحل میں ہر ایک مرحلہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ایک ایک حصے کے لیے خاص تھا کہ اس مرحلہ میں اس حصے کو معراج پر پہنچایا جائے:

۱۔ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا مرحلہ بطورِ خاص آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کی معراج تھا کہ جسمِ اقدس امامت کروا رہا ہے اور ارواحِ انبیاء علیہم السلام مقتدی ہیں۔ پہلے حصہ معراج میں Focus (ارتکاز) جسمِ اطہر پر تھا کہ جسمِ اطہر کے لطائف، شانوں، خاصیتوں اور مرتبوں کو معراج پر پہنچانا ہے۔ یعنی جسم کے خواص کو معراج کرانا مقصود تھا۔ القدس سے جب آگے چلے تو آپ ﷺ کے جسم کو معراج ہو چکی تھی۔

۲۔ اسی طرح مسجدِ اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کا مرحلہ بطورِ خاص آپ ﷺ کی روحِ مبارک کی معراج تھا۔ اس مرحلے میں بھی جسم ساتھ تھا، اسی طرح جیسے جب جسم کی معراج تھی تو روح مبارک ساتھ تھی۔ جسم اور روح پورے سفرِ معراج میں کہیں بھی جدا نہیں ہوئے۔ اس دوسرے مرحلہ میں Focus (ارتکاز) روحِ مبارک پر تھا کہ روحِ محمدی ﷺ کے لطائف کی معراج ہو جائے۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھے تو روح کی معراج ہو چکی تھی۔ انسانی سمجھ میں آنے والی چیز اس دوسرے مرحلہ پر ختم ہو گئی، اس سے آگے انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ پہلے مرحلہ پر آپ ﷺ کے جسم کا معراج ہو رہا ہے۔۔۔ دوسرے مرحلہ پر آپ ﷺ کے قلب کا معراج ہو رہا ہے یعنی قلب پر ہونے والی واردات، احوالِ قلب اور مقاماتِ قلب کا معراج دوسرے مرحلہ میں ہوا۔۔۔ اور جب سدرہ المنتہیٰ سے آگے بڑھے اور قاب قوسین تک پہنچے تو اس مرحلہ پر آقا ﷺ کی روح کا معراج شروع ہوا۔

☆ انسانی جسم جب روحانی معراج کی طرف جاتا ہے تو کم کھاتا، کم سوتا، کم بولتا ہے، جسم میں لطافت و پاکیزگی آنے لگتی ہے، جسم کے شہوانی حصے کمزور اور مغلوب ہونے لگتے ہیں، الغرض جسم کی جملہ طلب و ضروریات میں کمی آنے لگتی ہے اور جسم اُن سے بے نیاز ہونے لگتا ہے۔ جب جسم جملہ قسم کی طلب و ضروریات کی محتاجی سے نکلنے لگے تو سمجھیں کہ جسم اپنے روحانی معراج کی طرف جا رہا ہے۔

☆ اسی طرح قلب کے اچھے برے خواص ہیں دل اگر برے خواص سے نکلنے لگے اور توکل، یقین، محبتِ الٰہی کی طرف جانے لگے تو جان لیں کہ اسی انسانی زندگی میں اس کے دل کا سفرِ معراج شروع ہو گیا ہے۔

☆ اسی طرح روح جو عالمِ جبروت سے متعلق ہے، اس کی خوراک اللہ کی قربت و معرفت ہے۔ جب روح میں اللہ تعالیٰ کی معرفت و قربت بڑھنے لگے تو سمجھ لیں کہ روح معراج کی طرف جا رہی ہے۔

سمجھانا مقصود یہ ہے کہ جیسے جیسے مراحلِ معراج بدلتے گئے، ویسے ویسے آقا ﷺ کی شخصیت و ذات مبارکہ کے ہر ہر گوشے کے معراج اپنے کمال کو پہنچتے گئے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی معیتِ خاصہ کی ہیئت و شکل

اس معراج میں جب قاب قوسین او ادنیٰ کا مقام آیا اور حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی معیتِ خاصہ میں جا پہنچے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس معیتِ خاصہ کی ہیئت و شکل کیا ہوگی؟

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ ہر ایک بندے کے قریب ہے۔

ارشاد فرمایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ. (ق :١٦)

''اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں''۔

اللہ تعالیٰ تو ایک عام انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے تو اپنے محبوبِ مکرم ﷺ سے اس کی قربت کا عالم کیا ہوگا؟ وہ رب جو ہر وقت آقا ﷺ کے ساتھ ہوتا ہے، غارِ ثور میں بھی تھے تو قرآن مجید میں ہے کہ آقا ﷺ نے خود فرمایا تھا:

اِنَّ اللهَ مَعَنَا. (التوبة، ٩: ٤٠)

''بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

جب اللہ ہر وقت حضور ﷺ کے ساتھ ہے اور وہ آپ ﷺ سے کبھی جدا ہوا ہی نہیں، وہ تو اپنے بندگانِ مومنین سے جدا نہیں ہوتا تو اپنے انبیاء و مرسلین سے جدا کیسے ہوگا؟ جب اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم ﷺ کے اتنے قریب تھا تو وہ کون سی قربت تھی کہ جس کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ وہاں گئے۔۔۔؟ اگر ''وہاں'' بھی یہی قربت تھی جو حضور نبی اکرم ﷺ کو زمین پر میسر تھی تو یہ قربت لینے کے لیے قاب قوسین پر جانے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔؟ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ اگر ''وہاں'' کی قربت کا معنی ''یہاں'' کی قربت سے الگ نہیں ہے تو پھر سفرِ معراج بیکار و بے معنی ہوجاتا ہے۔

حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تو زمین پر موجود اپنے ذاکرین کا ہم مجلس و ہم نشین ہوتا ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس کی ہم نشینی کا عالم کیا ہوگا۔۔۔ وہ رب جو ''یہاں'' آپ ﷺ کا ہم نشین ہے تو ''وہاں'' آپ ﷺ کون سی ہم نشینی لینے گئے۔۔۔؟ جو ''یہاں'' آقا ﷺ کی سنتا اور دیکھتا ہے، ''وہاں'' کون سی چیز سننے اور دیکھنے کے لیے گئے؟

اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، اس کی قربت و ہم نشینی، ہم مجلسی، مدد و نصرت اور معیت معنوی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی قربتِ معنوی اور عنایات حضور ﷺ پر ''یہاں'' ہیں، اگر معراج کے موقع پر بھی ہونے والی عنایات اور قربت سے مراد یہی لینا ہے تو پھر جبریل امین کو بھیج کر بالخصوص ''وہاں'' کیوں بلایا گیا؟ اس کی ضرورت کیا ہے؟

پس یہ ماننا ہوگا اور اس کو مانے بغیر چارہ ہی نہیں ہے کہ کوئی وہ اچھوتی، انوکھی، نرالی اور منفرد قربت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو قاب قوسین او ادنیٰ تک لے گیا۔ اگر اُس کی قربت کے لیے حضور ﷺ ''وہاں'' گئے تو وہ قربت ''یہاں'' کی قربت سے جدا تھی۔۔۔ اگر ہم نشینی کے لیے گئے تو ''وہ'' ہم نشینی، اس دنیا کی ہم نشینی سے جدا تھی۔۔۔ اگر دیدار کے لیے گئے تو وہ دیدار اس دنیا کی قلبی رؤیت سے جدا تھا۔۔۔ اگر اس کے ساتھ، اس کے سامنے بیٹھ کر ہم کلام ہونے گئے تو وہ کلام تو آپ ﷺ ہر روز اس دنیا میں بھی قرآن کی تلاوت کی صورت میں کرتے تھے، اس لیے ''وہ'' ہم کلامی اس دنیا کی ہم کلامی سے جدا تھی۔

اگر ''یہاں'' اور ''وہاں'' کو ایک جیسا بنا دینا ہے تو معراج بے مقصد ہوجاتی ہے۔ لہذا سب کچھ جو ''وہاں'' ملا، وہ ''یہاں'' کے حصے میں نہیں تھا۔ اگر سب کچھ وہی ہوتا جو معنوی عنایات کی صورت میں اس دنیا میں آپ ﷺ کو ملتا تھا، تو پھر معراج کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔ اس کو تحصیلِ حاصل کہتے ہیں، لہذا معراج پر خاص عنایات دینا مقصود تھا، اسی لیے وہاں بلایا گیا۔

آقا ﷺ کو ''وہاں'' بلا کر جن مقامات، حال اور عطاؤں سے نوازنا تھا، اگر وہ سب کچھ ''یہاں'' ہوتا تو ''وہاں'' بلایا نہ جاتا۔ سو وہ ''یہاں'' نہ تھا، اس لیے ''وہاں'' بلایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب ''وہاں'' سے پلٹے اور ''یہاں'' آئے تو ہمارے لیے یہ ساری کائنات ''یہاں'' رہی مگر آقا ﷺ کے لیے یہ ''یہاں'' بھی ''وہاں'' بن گیا۔ معراج پر جانے سے پہلے یہ ''یہاں'' تھا اور قاب قوسین ''وہاں'' تھا لیکن جب پلٹ کر آئے تو حضور ﷺ جدھر جاتے ''وہاں'' ساتھ رہتا۔ واپس آنے کے بعد آقا ﷺ کا حال یہ ہوگیا تھا کہ جہاں رہتے پھر وہ ''یہاں'' نہ رہتے بلکہ ''وہاں'' ان کے ساتھ رہتا اور پھر تادمِ وصال آپ ﷺ ہمیشہ ''وہاں'' کے ساتھ رہے۔

اللہ رب العزت حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلینِ پاک کے تصدق سے ہمیں بھی ''وہاں'' کا حصہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

نشست اول
حصہ 2

سہ روزہ دورہ علوم الحدیث

مصطلحات الحدیث، اقسام الحدیث، الحدیث الصحیح

اصطلاحاتِ حدیث میں سے ''مردود'' اور ''غیر صحیح'' سے مراد باطل یا موضوع نہیں ہے

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اس دورۂ علوم الحدیث میں چونکہ تمام مکاتبِ فکر اور مختلف مدارس کے طلبہ اور علماء آئے ہیں اور یہ نہایت خوشی کا پہلو ہے کہ الحمدللہ تعالیٰ ملک میں کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں سارے اکٹھے بیٹھ سکتے ہیں۔ دورۂ علوم الحدیث میں اس انداز میں ایک جگہ جمع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مسالک میں اختلافات، الگ مدارس و مکاتبِ فکر، الگ سلاسل و دارالعلوم اور اساتذہ کے طرق الگ ہونے کے باوجود علم الحدیث سب کا ایک ہے، کوئی کتاب مختلف نہیں ہے، کوئی ایک امام اور عالم مختلف نہیں ہے۔ اس لئے اس بات کو تاکیداً کہہ رہا ہوں کہ جسے حدیث کے باب میں جس نوعیت کا بھی اشکال، ابہام اور مغالطہ ہے، وہ بڑی توجہ سے سنے تاکہ اپنے مغالطوں اور ابہامات کا ساتھ ساتھ ازالہ کرتا چلا جائے۔ اس میں کوئی مسلکی اختلاف کی چیزیں نہیں ہیں، یہ اصول کی چیزیں ہیں۔ یہ ابحاث اگر صحیح پڑھائی نہیں گئیں یا اُن کی تفصیل نہیں بتائی گئی یا تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ملا تو اس مغالطے کے اسباب ہیں۔ ان ہی مغالطوں اور ابہامات کو دور کرنے کے لئے اس دورۂ علوم الحدیث کا اہتمام کیا گیا ہے۔

حدیثِ صحیح اور اُس سے متعلقہ ضروری مباحث کے بیان سے قبل میں چاہتا ہوں کہ بتوفیقِ الٰہی حدیث کی جملہ انواع کا ایک خلاصہ ایک اچھے نظم کے ساتھ بیان کردوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتب شرح نخبة الفکر، نزهة النظر اور النکت میں، امام ابن الصلاح کے مقدمہ میں، حافظ العراقی کی النکت میں، امام زرکشی کی النکت میں، امام سخاوی کی فتح المغیث میں، امام نووی کی التقریب میں اور امام سیوطی کی التدریب میں اقسامِ حدیث کے بیان میں دو اسلوب اختیار کئے گئے ہیں۔ میں اُن دونوں اسالیب کو جمع کر کے اس کا خلاصہ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

ا۔ راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام

راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی چار اقسام ہیں:

١. المتواتر ٢. المشهور

٣. العزيز ٤. الغريب

حدیث کی یہ تقسیم پہلی بار حافظ ابن حجر عسقلانی نے کی ہے اور اس حوالے سے ایک جدت پیدا کی۔ اُن سے پہلے یہ تقسیم نہیں تھی۔ علماء کے ہاں ابن صلاح ہی مشہور ہیں کہ انہوں نے یہ تقسیم بیان کی جبکہ ایسا نہیں ہے، اُن سے پہلے تین اقسام بیان ہوچکی تھیں۔

تعدادِ رواۃ کے اعتبار سے حدیث کی اس تقسیم کی تفصیل میں بیان نہیں کروں گا، وہ چیزیں چھوڑ دوں گا جو عام طور پر آپ مدارس میں پڑھتے اور پڑھاتے ہیں:

(ا) حدیثِ متواتر کی بحث محدثین کے ہاں کیوں نہیں؟

حدیثِ متواتر مباحثِ محدثین میں سے نہیں ہے۔

☆ خطاب نمبر: Ba-125، مقام: جامع المنہاج، بغداد ٹاؤن، مورخہ: 07 اکتوبر 2017ء

حدیثِ متواتر کی بحث مباحثِ اصولیین وفقہاء میں شامل ہے، وہ اسے اپنی بحث میں لاتے ہیں۔ اسے مباحثِ محدثین میں لانے کی یہ جدت حافظ ابن حجر عسقلانی نے پیدا کی، ان سے پہلے کسی محدث نے اس کو بیان نہیں کیا۔

دیگر محدثین کا حدیثِ متواتر کو اپنی مباحث میں شامل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب حدیث متواتر ہوگئی تو اُس سے علمِ یقینی حاصل ہوگیا اور اب وہ خبر ظنی نہ رہی بلکہ قطعی ہوگئی اور اُس سے حاصل ہونے والا علم علمِ یقینی بن گیا۔ جب وہ خبر علمِ یقینی اور علمِ قطعی دے رہی ہے تو اُس پر جرح و تعدیل کیسے ہوسکتی ہے؟ علماء اور محدثین تو جرح و تعدیل سے بحث کرتے ہیں کہ راوی کیسا ہے۔۔۔؟ سند میں اتصال ہے یا نہیں۔۔۔؟ سند منقطع تو نہیں ہے۔۔۔؟ راوی کا ضبط و حفظ کیسا ہے۔۔۔؟ شذوذ تو نہیں ہے۔۔۔؟ کوئی علتِ قادحہ تو نہیں ہے۔۔۔؟ گویا محدثین اِن اوصاف یا علل یا رواۃ اور سند کے احوال سے بحث کرتے ہیں اور اس بحث کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس حدیث کو مقبول سمجھا جائے یا مردود سمجھا جائے۔۔۔؟ مقبول ہے یا مطعون ہے۔۔۔؟ اس پر عمل کریں یا نہ کریں۔۔۔؟ الغرض اس حکم تک پہنچنے کے لئے محدثین، ائمہ جرح و تعدیل اور علماء مصطلحات الحدیث بحث کرتے ہیں۔

لیکن جب ہم نے کسی حدیث کو متواتر کہہ دیا اور اُس میں وہ تمام شرائط موجود ہیں جو متواتر کے لیے مقرر اور معین ہیں تو اب نہ اس حدیث کے اتصال کے پرکھنے کی ضرورت رہی، نہ اس میں انقطاع رہا، نہ ارسال رہا، نہ معضل رہی، نہ معلل رہی اور نہ منقطع رہی، نہ مرسل رہی اور نہ اُس میں کوئی ضبط کا مسئلہ رہا۔ اب اس حدیث میں یہ چیزیں زیرِ بحث ہی نہیں آنی، اس لیے کہ زیرِ بحث آنے کا تعلق قبول یا عدمِ قبول سے ہے اور جب متواتر ہونے کی وجہ سے اسے قرآن کی طرح قطعیت حاصل ہو چکی ہے اور اس سے حاصل ہونے والا علم ظنی نہیں رہا بلکہ علمِ یقینی ہوگیا ہے تو علمِ یقینی حاصل ہو جانے کے بعد اب اس پر جرح و تعدیل، اس کے رجال اور سند کی پرکھ کی کوئی حاجت نہیں۔ اس لئے حدیثِ متواتر محدثین کے مباحث میں شامل ہی نہیں ہے۔

عام طور پر طلبہ کو پڑھاتے ہوئے اساتذ وعلماء یہی بتاتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے پہلے حدیثِ متواتر اور مشہور کی تقسیم نہیں تھی، اُنھوں نے جدت پیدا کی۔ مباحثِ محدثین میں اس بحث کے شامل نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ نہیں بتاتے۔ جس طرح آپ سنتے، پڑھتے اور پڑھاتے ہیں تو ہم بھی آپ کے اساتذہ سے بہت اونچے درجے کے اساتذہ سے پڑھے ہیں، جو اپنے وقت کے ائمہ تھے، انہوں نے بھی ہمیں یہ نہیں پڑھایا۔ اس لئے میں نے اس کی تصریح کو ضروری خیال کیا کہ محدثین کے مباحث میں حدیثِ متواتر کی بحث اس لیے شامل نہیں کہ جس غرض سے محدث بحث کرتا ہے، اُس غرض کا اطلاق ہی حدیثِ متواتر پر نہیں ہوتا۔

(۲) حدیث مشہور، عزیز، غریب

حدیثِ مشہور، حدیثِ عزیز اور حدیثِ غریب عندالمحد ثین اخبارِ آحاد (خبر واحد) ہیں۔ محدثین یہ تقسیم نہیں کرتے۔ متواتر، مشہور، عزیز اور غریب میں سے ہر ایک کا حکم چونکہ الگ الگ ہے، اس لیے فقہاء کو اس تقسیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ محدثین ان تینوں اقسام کو متواتر کے بعد آحاد میں لے لیتے ہیں۔

۲۔ قبول اور رد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام

خبرِ واحد کے حوالے سے محدثین کی بحث ہے کہ اسے قبول کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ قبول اور رد کے اعتبار سے خبر آحاد کی دو اقسام ہیں: ا۔ خبر مقبول ۲۔ خبر مردود

جس حدیث میں قبولیت کی شرائط پوری ہوں، اُسے خبرِ مقبول کہتے ہیں اور جس حدیث میں قبولیت کی شرائط میں کمی بیشی ہو، اُسے خبرِ مردود کہتے ہیں۔

(ا) اصطلاحِ حدیث ''مردود'' سے مراد باطل نہیں ہے

علم الحدیث میں جب کسی حدیث کے لیے لفظِ مردود استعمال ہوگا تو اُس سے باطل، مکذوب اور موضوع مراد نہیں ہوگا۔ یعنی المختلق، المصنوع، الموضوع، المکذوب یہ چاروں چیزیں اُس حدیث سے مراد نہیں ہوں گی۔ مردود، مقبول کے

مقابل میں ہے کہ جس میں قبولیت اور عمل کرنے کی شرائط میں کمی ہو، خواہ ایک شرط کم ہو یا زیادہ شرائط کم ہوں۔ ہر طرح کی کمی کو بیان کرنے کے لئے ایک ہی لفظ ’’المردود‘‘ استعمال ہوتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ کتبِ حدیث، کتبِ جرح و تعدیل اور اصولِ حدیث کی کسی بھی کتاب میں یہ لفظ استعمال ہو کہ فلاں حدیث مردود ہے تو وہ شخص جاہل ہوگا جو کسی خبر کے بارے میں ’’مردود‘‘ پڑھ کر یہ کہے کہ ’’دیکھو یہ حدیث مردود ہے لہٰذا باطل اور ناقابلِ قبول ہے‘‘۔ یہ پنجابی والا مردود نہیں ہے بلکہ یہ علم الحدیث کی اصطلاح ہے۔ اس اصطلاح میں ایسی حدیث بھی شامل ہے جو اصلاً ضعیف تھی اور بعض قرائن کی وجہ سے مقبول ہوگئی، لہٰذا اب وہ مردود نہ رہی۔ حدیث کی سند کی اصل ماہیت کی وجہ سے مقبول اور مردود کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ میں نے کئی بار سوچا کہ کاش اس کے لئے کوئی اور بہتر لفظ محدثین نے استعمال کیا ہوتا تاکہ نہ یہ مغالطہ پیدا ہوتا اور نہ مغالطے کا ازالہ کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ مگر ایک تقسیم کتابوں میں ہوگئی اور اس پر سیکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں، صدیوں بعد اب لفظ بدلنے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا، لہٰذا مفہوم سمجھنا چاہیے۔

(۲) ’’حدیث غیر صحیح‘‘ سے مراد موضوع یا باطل نہیں ہے

جس طرح لفظِ مردود سے مغالطہ پیدا ہوتا ہے، اسی طرح ’’غیر صحیح‘‘ بھی ایسی ہی اصطلاح ہے جس سے عامۃ الناس میں مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً: اگر کسی حدیث کے بارے میں لکھا جاتا ہے: **هذا حديث غير صحيح** (یہ حدیث غیر صحیح ہے) تو حدیث کو غیر صحیح کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ موضوع ہے یا یہ باطل ہے۔ حتیٰ کہ ’’غیر صحیح‘‘ کہہ کر بھی اسے مردود نہیں کہہ سکتے۔

غیرِ صحیح کا مطلب یہ ہے کہ صحت کی جو مقررہ شرائط ہیں، وہ اس حدیث میں بتمام و کمال پوری نہیں ہوئیں۔ لہٰذا تھوڑی سی کمی کے ساتھ وہ حدیث حسن، حسن لذاتہٖ یا حسن لغیرہٖ ہے۔ وہ حدیث ضعیف میں سے ہے لیکن تعددِ طرق کے ساتھ وہ درجہ حسن تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا اسباب اور قرائن کی وجہ سے اس کے درجات کا تعین ہوتا ہے۔ جس طرح غیر صحیح کا مطلب یہ نہیں کہ وہ باطل یا موضوع ہے، اسی طرح المقبول کے مقابلے میں المردود کا مطلب قطعی طور پر ’’موضوع‘‘ نہیں ہے۔ موضوع اُس ’’مردود‘‘ میں سے ایک قسم ہے اور اُس سے اوپر حدیث کی کئی اقسام ہیں۔

اس کو اس مثال سے سمجھیں کہ جیسے ہم کسی کے لیے یہ لفظ بولتے ہیں کہ یہ مریض ہے اور یہ صحت مند ہے۔ اب جس کو نزلہ و زکام ہے، اُس کو بھی مریض کہیں گے؛ جس کو کھانسی، بلغم، Infection ہے، اسے بھی مریض ہی کہیں گے؛ جس کو Hepatitis C ہوگیا، اُس کو بھی مریض کہیں گے؛ جس کے گردے جواب دے گئے، Dialysis ہو رہا ہے، اُس کو بھی مریض ہی کہیں گے؛ جسے Cancer ہوگیا، اسے بھی مریض کہیں گے؛ جو قریب المرگ ہے اُسے بھی مریض کہیں گے اور جس کی روح نے ابھی پرواز نہیں کی اور وہ حالتِ نزع میں ہے، اُسے بھی مریض کہیں گے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ کہاں ایک معمولی سا زکام اور کہاں آخری درجے کا Cancer مگر لفظ سب پر ایک ہی استعمال ہوگا کہ یہ مریض ہے۔

ہمیں فرق کرنا ہوگا کہ اس کے مرض کا درجہ کیا ہے؟ اس کے مرض کی قسم کیا ہے؟ ہر ایک کا الگ الگ حکم ہوگا۔ TB والا بھی مریض ہے اور خارش والا بھی مریض ہے۔ گلے میں خراش والا بھی مریض ہے اور سر درد والا بھی مریض ہے۔

پس جس طرح لفظِ مریض بہت سارے درجاتِ مرض کو شامل ہے، اسی طرح ’’مردود‘‘ اور ’’غیر صحیح‘‘ بھی عام لفظ ہیں جو بہت سارے درجات کو محیط ہیں۔ ان میں ایک قسم ایسی ہے جو قطعی مردود ہے، جسے موضوع کہتے ہیں، اسے چھوڑ کر حدیث کی باقی جتنی اقسام ہیں، اُن کے اندر کوئی نہ کوئی ارتقاء ہوسکتا ہے جو قبولیت کا باعث بن سکتا ہے۔

مریض کا مطلب یہ نہیں کہ اب یہ شفایاب نہیں ہوسکتا۔ مریض کو دوائی دی تو وہ شفایاب ہوگیا، پہلے وہ مریض تھا لیکن اب نہ رہا۔ اسی طرح حدیث ضعیف تھی مگر اب اعلیٰ سند کی صورت میں اس کی دوائی ملی تو اُس کا درجہ بلند ہوا اور وہ حدیث حسن ہوگئی۔ مزید اسناد اور طرق کی صورت میں اُس کو اور دوائی ملی تو مزید تقویت ملی جس سے وہ حدیث صحیح کے زمرے میں چلی گئی۔ مریض تھا مگر ڈاکٹر کے علاج سے وہ شفایاب اور صحیح ہوگیا۔ اس طرح حدیث ضعیف تھی مگر اب صحیح ہے۔ ضعیف تھی

مگر اب حسن ہے۔ مردود تھی مگر اب مقبول ہوگئی ہے۔

اصطلاحاتِ حدیث میں لفظِ مردود کی اس وضاحت کا مقصود یہ اشکال دور کرنا ہے کہ اگر کبھی عملی طور پر زندگی میں کسی کے ساتھ بات چیت ہو تو کوئی ہمیں لفظوں کے ساتھ دھوکا نہ دے سکے۔ ہم حدیث بیان کریں تو دوسرا کہے کہ ''دیکھو لکھا ہوا ہے کہ یہ مردود ہے''، کسی نے کہا کہ یہ غیر صحیح ہے، ''یہ صحیح نہیں ہے''۔ یاد رکھیں! غیر صحیح اور مردود ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے ترک کرنے کی قطعیت آ جائے۔

(۳) خبرِ واحد اور حدیثِ صحیح میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے

بعض لوگوں کو یہ مغالطہ بھی ہے کہ جس حدیث کے بارے میں طبیعت میں آ جائے کہ اسے قبول نہیں کرنا تو کہہ دیتے ہیں کہ ''یہ خبرِ واحد ہے''۔ یاد رکھیں! لفظ خبرِ واحد پر ایک ایسا شخص اعتراض کرے گا جو اس فنِ حدیث کو جاننے والا نہیں، جس کے پاس اس فن کا علم نہیں ہے، اُس نے اسے پڑھا نہیں اور نہ ہی اسے سمجھایا گیا ہے۔ یاد رکھ لیں! کثرت کے ساتھ تقریباً 99% تمام احادیثِ صحیحہ خبرِ واحد ہیں یعنی ہر حدیثِ صحیح بالعموم خبرِ واحد ہوتی ہے۔

محدثین کے ہاں خبرِ مشہور نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ امام عسقلانی نے یہ تقسیم ضرور کی ہے مگر جب محدثین اس علم کا اطلاق کرتے ہیں اور اسانید پر بحث کرتے ہیں، جرح و تعدیل کرتے ہیں اور حدیث کے قبول اور عدمِ قبول کا فیصلہ کرتے ہیں تو اُس میں محدثین کے ہاں خبرِ مشہور اور خبرِ عزیز کی بحث نہیں آتی، یہ بحث فقہاء کے ہاں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر ائمہ نے حدیثِ صحیح اور حدیثِ حسن کی تقسیم خبرِ واحد کے تحت ہی کی ہے۔

۳۔ خبرِ مقبول کی اقسام

وہ خبرِ واحد جو مقبول ہے، اس کی چار اقسام ہیں:

۱۔ صحیح لذاتہ ۲۔ صحیح لغیرہ

۳۔ حسن لذاتہ ۴۔ حسن لغیرہ

۱. صحیح لذاتہ

وہ حدیث جس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں وہ صحیح لذاتہ ہے:

i۔ سند کا متصل ہونا ii۔ رواۃ کا عادل ہونا

iii۔ رواۃ کا تام الضبط ہونا iv۔ حدیث شاذ نہ ہو

v۔ حدیث میں کوئی علتِ قادحہ نہ ہو۔

یہ پانچ شرائطِ صحت ہیں، جن احادیث میں یہ پانچوں شرائط بتام وکمال پائی جائیں، وہ حدیث صحیح لذاتہ ہے۔

۲. صحیح لغیرہ

وہ حدیث جو اپنی ذات میں خارجی مدد کے بغیر حسن تھی مگر دیگر طرق، شواہد اور متابعات کے ملنے سے وہ حدیث حسن ترقی پا کر حدیث صحیح بن گئی۔ اُس کو حدیث صحیح لغیرہ کہیں گے۔

حدیث صحیح لغیرہ اصل میں حدیثِ حسن ہوتی ہے۔ اس حدیث کا رتبہ اور درجہ چونکہ کئی اور شواہد، متابعات اور مددگار روایتوں اور اسناد کی مدد سے بلند ہو جاتا ہے، اس لیے یہ حسن لذاتہ کے بجائے صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور یہ حدیث ترقی پا کر حسن سے صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ صحیح کا Title لگ جاتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھ لیں کہ جب محدث کسی حدیث پر حکم لگائے گا (جس طرح ترمذی، ابوداؤد، نسائی یا دیگر کتب حدیث میں حدیث پر حکم لگایا جاتا ہے) تو وہ صحیح لذاتہ یا صحیح لغیرہ کا حکم اصلاً نہیں لگائے گا بلکہ جب اُس پر بحث کرے گا تو فرق کرنے کے لئے یہ ٹائٹل ساتھ لگا دے گا۔ جب کوئی حدیث صحیح ہوگئی تو لکھ دے گا: **هذا حديث صحيح.** لہٰذا جب کوئی حدیث حسن ہو کر شواہد و متابعات کی وجہ سے درجہ صحت کو پہنچ گئی تو اس کا صحیح بننا چونکہ شواہد و متابعات کی وجہ سے ہے، اس لیے اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ یعنی یہ حدیث صحیح ہے مگر باہر کی مدد کی وجہ سے صحیح ہوئی، اس لیے صحیح لغیرہ ہوگئی۔

۳. حسن لذاتہ

حسن لذاتہ کے اندر حدیثِ صحیح کی ایک شرط کے سواء بقیہ تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔ حدیثِ صحیح اور حدیثِ حسن میں فرق راوی کا تام الضبط نہ ہونا ہے۔ حدیث حسن لذاتہ

میں راوی تام الضبط نہیں ہوتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ راوی ضابط نہیں ہوتا، بلکہ راوی ضابط و ثقہ ہوتا ہے مگر تام الضبط نہیں ہوتا جبکہ حدیث صحیح کے درجے میں جانے کے لئے تام الضبط کی شرط ہے، بس اتنے معمولی سے فرق کی بنیاد پر وہ حدیث صحیح نہیں کہلا سکی، ورنہ ساری کی ساری صفات اُس کی حدیثِ صحیح کی ہیں۔ حدیثِ صحیح کی شرطِ ضبط میں معمولی سی کمی کی بناء پر وہ حدیث حسن لذاتہ ہے۔

گویا حسن لذاتہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ حدیث جو ضبط میں کمی کی وجہ سے حسن ہے۔

۲۔ وہ حدیث جو اپنی ذات میں خارجی مدد کے بغیر حسن تھی مگر شواہد اور متابعات کے ملنے سے ترقی پا کر صحیح لغیرہ ہوگئی۔

٤. حسن لغیرہ

یہ حدیث اصل میں ضعیف ہوتی ہے مگر اس کا ضعف خفیف ہوتا ہے۔ جیسے کہ میں نے مثال سے واضح کیا تھا کہ نزلہ، زکام، کھانسی، پیٹ درد اور اس طرح کی چھوٹی چیزیں خفیف ضعف ہوتا ہے، اگر دوائی ملے تو یہ امراض دور ہوجاتے ہیں اور مریض صحت یاب ہوجاتا ہے۔ اسی طرح حدیثِ ضعیف کو شواہد اور متابعات ملتے ہیں تو وہ حدیث ضعیف نہیں رہتی، ضعف کم ہوجاتا ہے اور وہ حدیث ترقی پا کر حدیثِ حسن بن جاتی ہے۔ جب حدیث حسن بنتی ہے تو چونکہ شواہد، متابعات اور خارج کی مدد سے بنی، اس لئے اسے حدیث حسن لغیرہ کہتے ہیں۔

بالکل اُسی طرح جیسے حدیث حسن لذاتہ تھی مگر باہر سے شواہد و متابعات کی مدد کی وجہ سے ترقی پا کر صحیح بنی، اس لئے اُس کو صحیح لغیرہ کا ٹائٹل دے دیا گیا۔ اسی طرح حدیث ضعیف تھی، اُس کو شواہد، متابعات اور تعددِ طرق کی مدد ملی، اُس خارجی مدد کے باعث وہ ضعیف نہ رہی بلکہ ترقی پا کر حسن ہوگئی۔ یہ حدیث حسن ہے مگر جس طریقے سے حسن بنی اُس کی وجہ سے اُس کو حسن لغیرہ کا نام دے دیا گیا۔

☆ جو حدیث حسن سے ترقی پا کر صحیح بن چکی ہے، اُس پر حکم حدیثِ صحیح کا ہوگا، حدیثِ حسن کا نہیں۔ قاری یا طالب علم یا عالم کو بتانے کے لئے لذاتہ اور لغیرہ کا لفظ اضافتاً لگایا گیا ہے کہ اسے معلوم ہو کہ یہ حدیث شروع سے صحیح تھی اور یہ حدیث ان اسباب کی وجہ سے حسن سے ترقی پا کر صحیح ہوگئی۔

☆ اسی طرح جو حدیث ضعف کے ارتفاع سے ترقی پا کر حسن ہوگئی، اس پر حکم حسن ہی کا ہوگا۔ پس ''لغیرہ'' سے طالب اور عالم کو پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں حدیث اس درجے پر کیسے پہنچی ہے۔ حکم کے اعتبار سے صحیح لغیرہ، صحیح کے حکم میں اور حسن لغیرہ، حسن کے حکم میں ہوگی۔ حکم میں فرق نہیں ہوگا۔

۴۔ عمل کے اعتبار سے خبرِ مقبول کی اقسام

خبرِ واحد کی عمل کے اعتبار سے درج ذیل تقسیم کی گئی ہے کہ یہ حدیث معمول بہ ہوگی یا نہیں؟ اُس پر عمل کیا جائے گا کہ نہیں؟

۱۔ معمول بہ ۲۔ غیر معمول بہ

۱۔ معمول بہ

وہ مقبول خبر واحد جو معمول بہ ہے (جس پر عمل کیا جائے گا) اُس کی درج ذیل اقسام ہیں:

١. المحكم ٢. مختلف الحديث

٣. الناسخ ٤. الراجع أو المحفوظ

۲۔ غیر معمول بہ

وہ مقبول خبرِ واحد جس پر عمل چھوڑ دیا جائے گا وہ غیر معمول بہ ہے۔ یہ حدیث مقبول ہے اور عین ممکن ہے کہ اپنے درجہ میں صحیح ہو مگر غیر معمول بہ ہوگئی ہے۔ کسی حدیث کا صحیح ہونا، اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ یہ معمول بہ بھی ہے۔ مثلاً: حدیث صحیح ہے مگر منسوخ ہے۔ ناسخ بھی حدیثِ صحیح ہے اور منسوخ بھی حدیث صحیح تھی۔ صحیح بخاری و مسلم میں متفق علیہ کئی احادیث ایسی ہیں جن پر عمل نہیں کیا جاتا، اس لیے وہ منسوخ ہیں۔ یہ متفق علیہ اور اصح درجے کی حدیثیں ہیں مگر معمول بہ نہیں ہیں کیونکہ اُن کی ناسخ احادیث موجود ہیں۔ اسی طرح مرجوع اور متوقف فیہ بھی خبر واحد مقبول ہیں مگر غیر معمول بہ ہیں۔

❁❁❁❁❁

طلاق، ایک اہم معاشرتی وشرعی مسئلہ

بغیر کسی معقول وجہ کے محض والدین، بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینے والا اللہ کی عدالت میں جوابدہ ہوگا

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: شریعت میں کن وجوہات کی بناء پر طلاق دینے کی اجازت دی گئی ہے؟

جواب: اسلام میں طلاق کو ناپسندیدہ فعل قرار دینے کے باوجود ناگزیر ضرورت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ طلاق دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ طلاق کی نوبت آنے میں عورت اور مرد دونوں کا انفرادی اور اجتماعی کردار اہمیت رکھتا ہے۔ درج ذیل چند وجوہات ایسی ہے جن کی وجہ سے طلاق کی نوبت آتی ہے:

۱۔ طلاق کی عمومی وجہ مرد اور عورت کے درمیان ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کے باعث پیدا ہونے والی طبعی یا عارضی نفرت ہوتی ہے جس کے بعد عورت اور مرد میں درگزر اور ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے زندگی بسر کرنے میں مشکلات پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس میں عورت یا مرد کے انفرادی کردار کے علاوہ ان کے رشتہ داروں کی نازیبا مداخلت سمیت بے شمار معاشرتی، نفسیاتی اور نفسانی معاملات کا بھی عمل دخل ہوتا ہے۔

۲۔ میاں بیوی کے مزاج میں مناسبت کا نہ ہونا اور ان کا دل سے ایک دوسرے کو قبول نہ کرنا بھی طلاق کی ایک وجہ ہے۔

۳۔ معاشی و معاشرتی حیثیت کا فرق بھی میاں بیوی کی علیحدگی کا سبب بن سکتا ہے۔

۴۔ میاں بیوی کی ذہنی و علمی استطاعت میں تضاد پایا جانا، جس کی وجہ سے قربت کے ہوتے ہوئے بھی دوری کا احساس رہے، یہ بھی بعض اوقات طلاق کا باعث ہوتا ہے۔

۵۔ زوجین کے درمیان جنسی و اخلاقی کمزوریوں کا حائل ہو جانا بھی اسبابِ طلاق میں سے ایک ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات طلاق کا باعث بنتی ہیں اور ایسے حالات کے پیشِ نظر عقلی تقاضا یہی ہے کہ دونوں میں علیحدگی ہو جائے کیونکہ اگر مذکورہ متضاد رویوں اور حالات کے باوجود میاں بیوی کو ساتھ رہنے پر مجبور کیا جائے گا تو مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے بوجھ بن جائیں گے۔ طلاق نہ دینے کی صورت میں دونوں کا گھریلو سکون غارت ہوجائے گا، جس سے بچے اور خاندان بری طرح متاثر ہوں گے۔ طلاق دینے کی صورت میں عورت سے مہر، تمام زیورات، ملبوسات یا تحائف وغیرہ کوئی شے بھی واپس لینے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بصورتِ خلع بھی عورت کا مرد سے بلاوجہ و بلاجواز طلاق کا مطالبہ کرنے کو اسلام میں سخت ناپسند کیا گیا ہے۔

سوال: والدین یا بہن بھائی کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا از روئے شریعت کیسا ہے؟ حالانکہ لڑائی جھگڑے میں قصور دونوں طرف سے ہے۔

جواب: شریعت اسلامی میں عقدِ نکاح کی حیثیت محض ایک مرد و عورت کے ملاپ کی نہیں بلکہ یہ خاندان کی بنیاد ہے۔ نکاح عفت، برکت، افزائش نسل، پاکیزگی، عنایت، معاشرتی اقدار کے فروغ اور اولادِ صالح کے حصول کا ذریعہ اور بدکاری،

خباثت، تباہی، گناہوں، آفتوں، بے برکتی، نسل کُشی اور عذاب آخرت سے بچاؤ کی الہامی تدبیر ہے۔ یہ بندھن میاں بیوی، اولاد، خاندان، معاشرے اور دنیا و آخرت کی کئی مصلحتوں اور فوائد کی بنیاد بنتا ہے۔ اسے توڑنا ان تمام فوائد اور مصلحتوں کو منہدم کردیتا ہے۔ خاوند، بیوی، بچے حتیٰ کہ معاشرہ بھی طلاق کے بعد رونما ہونے والے نقصانات سے متاثر ہوتا ہے۔

اسلام میں طلاق ایک رجعت اور ضرورت کے تحت مکروہ فعل کے طور پر جائز قرار دی گئی ہے مگر شریعت اسے پسند نہیں کرتی ہے۔ حضرت محارب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا أَحَلَّ اللهُ شَيْئاً أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ.

''اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اُس کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے''۔ (ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب فی کراہیۃ الطلاق، ۲: ۲۲۵، رقم: ۲۱۷۷)

طلاق کی کراہت اور ناپسندیدگی کا اندازہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی درج ذیل روایت سے بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ قَالَ فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ قَالَ الْأَعْمَشُ أُرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ.

''بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے، پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے تو نے کوئی (بڑا کام) سر انجام نہیں دیا پھر ان میں سے ایک (اور) آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے (فلاں آدمی) کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوا دی۔ شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے کہ ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے) اعمش نے کہا میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا کہ وہ اسے اپنے سے چمٹا لیتا ہے۔ (مسلم، الصحیح، الرقم: ۲۶۰۵)

ازدواجی رشتے کو توڑنا ابلیس کی نظر میں اتنا اہم ہے کہ وہ لوگوں سے دوسرے مختلف گناہ کرانے والے اپنے بہت سے کارندوں کی کوئی تعریف نہیں کرتا، لیکن میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرنے والے کارندوں کی نہ صرف تعریف کرتا ہے، بلکہ انہیں اس پر انعام بھی دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ بات شیطان کے نزدیک اتنی اہم کیوں ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ ازدواجی رشتے کو توڑ کر وہ نہ صرف دو انسانوں بلکہ بچوں، والدین، رشتہ داروں، پیاروں اور ایک لحاظ سے پورے معاشرے کی زندگیوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ خاندان چونکہ معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، اس لیے ٹوٹے ہوئے خاندانوں کی موجودگی اس بات کی غماز ہے کہ معاشرہ شدید بگاڑ کا شکار ہے۔ طلاق پر عمل درآمد کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ انسان ان تمام عوامل پر غور کرے جو اس کا نتیجہ ثابت ہوسکتے ہیں۔ اس میں زوجین کو ذاتی زندگی کے علاوہ ان کے بچوں کے معاملات، آئندہ کی زوجیت کے معاملات، معاشرت اور معاش کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ نیز یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ان کی آئندہ زندگی کا شریکِ حیات سابقہ زوجیت کے معیار پر پورا اتر سکے گا یا نہیں؟ لہٰذا ان نتائج تک پہنچنے سے پہلے اپنی اصلاح کرے تو یقیناً طلاق تک جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

تمام احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور عقل و حکمت کو نظر انداز نہ کرنے کے باوجود میاں بیوی کے درمیان اختلاف اور شدید غیرہم آہنگی پیدا ہوسکتی ہے۔ شیطان انسانوں اور جنوں میں سے اپنے کارندوں کے ذریعے ایسی صورت حال سے غلط فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ان کے دلوں میں مسلسل بُرے خیالات کے وسوسے ڈال کر انہیں ایک دوسرے کے خلاف کرسکتا ہے۔ ایسی صورت حال کے نتیجے میں یہ رائے بن سکتی ہے کہ ظاہری حالات کو دیکھتے ہوئے یہ شادی زیادہ عرصہ قائم نہ رہے گی۔ لہٰذا اگر ایسی صورت حال میں نبھاؤ کی کوئی امید باقی نہ رہے اور پُرامن ماحول قائم نہ کیا جاسکے تو آخری چارہ کار کے طور پر

طلاق کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم کئی مقامات پر یہ بتاتا ہے کہ ایسی حساس صورت حال میں داخل ہونے والے جوڑوں کو کیسا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے حتی کہ طلاق کے نام سے ایک پوری سورت ہے۔ فخر انسانیت حضرت محمد ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ کے ذریعے متعلقہ آیات مبارکہ کی تشریح و توضیح فرمائی ہے۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ طلاق کوئی سادہ سا معاملہ نہیں بلکہ بہت ہی حساس مسئلہ ہے۔ اس لیے طلاق کے بارے میں عقل، منطق، صحیح فیصلے اور ضمیر کی ہدایت کی روشنی میں جذباتیت اور انا پرستی سے آزاد ہوکر جائز حدود میں رہتے ہوئے صرف اسی وقت سوچنا چاہیے جب ازدواجی رشتہ کو برقرار رکھنے کے لیے ہر کوشش کی جاچکے، لیکن اس کے باوجود امید کی کوئی کرن نظر نہ آئے۔

اس لیے اگر کوئی بغیر کسی معقول وجہ کے محض والدین، بہن بھائیوں یا رشتہ داروں کے کہنے پر بیوی کو طلاق دے تو خدا تعالیٰ کی عدالت میں جوابدہ ہوگا۔ اگر بیوی میں کوئی خرابی نہیں ہے تو اسے طلاق دینا گناہ ہے اور گھر والوں کے کہنے پر گناہ کا عمل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے''۔

(أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۳۱، رقم: ۱۰۹۵)

اس لیے کوئی شخص بغیر وجہ کے اپنی بیوی کو طلاق نہ دے اور مصالحت کی کوئی صورت اختیار کرے تا کہ گھر کو امن وسکون کو گہوارہ بنایا جاسکے۔

سوال: دوسرے مسلک والے کو برا کہنا اور گالیاں دینا اور پھر اس کی توجیہہ قرآن سے بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں انہیں برا کہا ہے۔ کیا اپنے گالم گلوچ کو اللہ کے کلام سے تشبیہ دینا سراسر گستاخی یا کفر کے زمرہ میں نہیں آتا؟ نیز ایسے شخص کی امامت کا حکم کیا ہوگا؟

۱۔ آیات و روایات اور سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں گالی دینا اور سبّ وشتم کرنا ممنوع اور رذائل اخلاق ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے''۔

(بخاری، الصحیح، کتاب: الإیمان، باب: خوف المؤمن من أن یحبط عملہ وھو لا یشعر، ۱: ۲۷، الرقم: ۴۸)

☆ آپ ﷺ نے مزید فرمایا ہے:

الْمُسْتَبَّانِ شَيْطَانَانِ يَتَهَاتَرَانِ وَيَتَكَاذَبَانِ.

''آپس میں گالی گلوچ کرنے والے دونوں شیطان ہیں کہ ایک دوسرے کے مقابلے میں بد زبانی کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر جھوٹ باندھتے ہیں''۔

(ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۳۴، رقم: ۵۶۹۶)

☆ گالیاں دینا منافقت کی علامات میں سے ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

''چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کا ایک حصہ ہے، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑے تو بیہودہ بکے''۔

(مسلم، الصحیح، باب بیان خصال المنافق، ۱: ۷۸، رقم: ۵۸)

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ گالی گلوچ کرنا اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے اور گندی گالیاں دینا تو بدرجہ اولیٰ سخت منع اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ گندی گالیوں کے جواز میں وہ آیات پیش کرنا جن میں اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقت بیان کی ہے، یہ عمل انتہائی قبیح اور اسلام کی بدنامی کا باعث ہے کیونکہ ولید بن مغیرہ وہ شخص تھا جس نے نبی کریم ﷺ کی تبلیغِ حق سن کر نعوذ باللہ آپ ﷺ کو مجنون کہا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں اتنی معیوب تھی کہ ستار العیوب نے اپنے کلامِ حق میں اس کے عیب گنوائے۔ جن میں سے ایک عیب یہ تھا:

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ. (القلم، ۶۸: ۱۳)

’’(جو) بدمزاج درُشت خو ہے، مزید برآں بداَصل (بھی) ہے‘‘۔

ولید بن مغیرہ غضب سے اپنے گھر میں داخل ہوا اور ماں کے سینے پر سوار ہوکر کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) نے میرے 9 عیب گنوائے ہیں، آٹھ مجھے پتہ ہیں کہ میرے اندر موجود ہیں لیکن نویں عیب کی تصدیق تمہارے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔ اس کی ماں نے کہا کہ تمہارا باپ ناکارہ تھا، مجھے خطرہ تھا کہ اس کی وفات کے بعد ہمارے مال کا کیا بنے گا، سو میں نے ایک چرواہے کو بلایا، تو اسی کی اولاد ہے۔ (تبیانُ القرآن، ۱۲: ۱۸۵)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ گستاخیِ رسول ﷺ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کی حقیقت کھول کر بیان کر دی، جس کی بعد ازاں اس کی ماں نے بھی تصدیق کر دی۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے، اس لیے اس نے گستاخِ رسول کی حقیقت کی اصلیت بیان کردی۔ اسے گالیوں کے جواز کے طور پر پیش کرنا اور گالی دینے کو جائز سمجھنا اسلامی تعلیمات کا حلیہ بدلنے کے مترادف ہے۔

۲۔ گالیوں کا جواز تلاش کرنا، کسی بھی شخص کا علمی ضعف اور غلط استدلال ہے لیکن گالیوں کا جواز پیش کرنے والے پر کفر کا فتویٰ لگانے سے گریز کیا جائے۔ امامت کا منصب مقدس ہے، جو تقویٰ و پرہیزگاری اور اعلیٰ اخلاقی رویے کا تقاضا کرتا ہے۔ ائمہ حضرات کو اپنے کردار پر خصوصی توجہ دینی چاہیے کیونکہ وہ عامۃ الناس کے لیے مثال (Role Model) ہوتے ہیں۔ مذکورہ امام صاحب گناہ کے مرتکب ہوئے، انہیں اللہ تعالیٰ سے اس پر معافی مانگنی چاہیے۔

۳۔ گناہگار کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ. (أبوداود، السنن، کتاب الصلاۃ، باب إمامة البر والفاجر، ۱: ۱۶۲، رقم: ۵۹۴)

’’فرض نماز کی ادائیگی لازم ہے ہر مسلمان کے پیچھے، خواہ وہ نیک ہو یا بد، اگرچہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو‘‘۔

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ.

’’ہر امیر کی اطاعت میں تم پر جہاد فرض ہے، خواہ وہ امیر نیک ہو یا بد، گو کبیرہ گناہ کرے۔ تم پر نماز پڑھنا واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے، خواہ وہ امام نیک ہو یا بد گو کبیرہ گناہ کرے اور نماز جنازہ ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ مرنے والا نیک ہو یا برا، گو گناہ کبیرہ کرے‘‘۔ (أبوداود، السنن، کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور، ۳: ۱۸، رقم: ۲۵۳۳)

مذکورہ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کی اقتداء میں نماز کی ادائیگی جائز ہے، اگر مقتدی اس کی امامت پر راضی ہوں۔ اگر مقتدی اس کی امامت پر راضی نہیں ہیں تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُمْ صَلَاةً، مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، وَرَجُلٌ أَتَى الصَّلَاةَ دِبَارًا وَالدِّبَارُ: أَنْ يَأْتِيَهَا بَعْدَ أَنْ تَفُوتَهُ، وَرَجُلٌ اعْتَبَدَ مُحَرَّرَهُ.

’’تین آدمیوں کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا: ایک وہ جو ایسے لوگوں کا امام بن بیٹھے جبکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں، دوسرا وہ شخص جو نماز کا وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھنے آئے، تیسرا وہ جو کسی آزاد مرد یا عورت کو غلام بنالے‘‘۔

(أبی داود، السنن، ۱: ۱۲۲، رقم: ۵۹۳)

☆ حضرت غالب ؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو امامہ ؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ آذَانَهُمْ: اَلْعَبْدُ الْآبِقُ حَتَّى

يَـرْجِـعَ، وَامْـرَأَـةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُـمْ لَـهُ كَـارِهُـونَ. (ترمذی، السنن، کتاب أبواب الصلاۃ، باب ما جاء فیمن أم قوما وہم لہ کارہون، ۲: ۱۹۳، رقم: ۳۶۰)

’’تین آدمیوں کی نماز ان کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتی: ایک بھاگا ہوا غلام جب تک واپس نہ آ جائے، دوسری وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو اور تیسرا کسی قوم کا امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں‘‘۔

المختصر یہ کہ اگر اہلِ علاقہ مذکورہ امام صاحب کی اقتداء میں نماز کی ادائیگی کے لیے تیار ہیں تو کسی کو حق نہیں کہ انہیں امامت کروانے سے روکے اور اگر اہلِ علاقہ ان کی امامت پر رضامند نہیں ہیں تو امام صاحب کو امامت کے لیے بضد نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ایسی صورت میں نہ تو ان کی اپنی نماز قبول ہوگی اور نہ ان کی اقتداء کرنے والوں کی۔

سوال: جب صدقہ یا خیرات دیا جائے تو کیسے پتہ چلتا ہے کہ قبول ہوا یا نہیں؟

جواب: اسلام نے صاحبانِ ثروت پر لازم کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے معاشرے کے پسماندہ طبقات کی مدد و معاونت کریں۔ صدقات اسلام کے نظامِ معیشت کا لازمی جزو ہیں جن کا مقصد غرباء کی مدد کے ساتھ معاشرے میں ارتکازِ دولت کا خاتمہ کر کے گردشِ دولت میں اضافہ کرنا ہے۔ مزید یہ کہ صدقات و خیرات اللہ تعالیٰ کی رضا کا بھی ذریعہ ہیں۔ قرآنِ مجید نے صدقات و خیرات کی ادائیگی کا ضابطہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ثُمَّ لاَ يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُواُ مَنًّا وَلاَ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ. قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَآ أَذًى وَاللّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ. (البقرۃ، ۲: ۲۶۲، ۲۶۳)

’’جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کئے ہوئے کے پیچھے نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت دیتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور (روزِ قیامت) ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (سائل سے) نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے جس کے بعد (اس کی) دل آزاری ہو، اور اللہ بے نیاز بڑا حلم والا ہے‘‘۔

درج بالا آیت میں اُن صدقات کو عنداللہ ماجور قرار دیا گیا ہے جن کی ادائیگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو اور جنہیں ادا کرنے کے بعد صاحبِ ثروت شخص احسان نہ جتائے اور دوسروں کو خود سے حقیر نہ سمجھے۔ جس صدقے کا مقصد نام و نمود اور شہرت کا حصول ہو، خدا کے حضور اس کا کوئی اجر نہیں ہوتا۔ اسی طرح کسی کی مالی مدد کے بعد احسان جتا کر یا طعنہ دے کر اس کو تکلیف دینا اور اس کی عزتِ نفس مجروح کرنا صدقات و خیرات کا اجر ضائع کر دیتا ہے۔

صدقہ و خیرات سمیت دیگر عبادات کی قبولیت کے متعلق قرآن مجید نے اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ. أُوْلَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ.

’’اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں اتنا کچھ) دیتے ہیں جتنا وہ دے سکتے ہیں اور (اس کے باوجود) ان کے دل خائف رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں (کہیں یہ نامقبول نہ ہو جائے)۔ یہی لوگ بھلائیوں (کے سمیٹنے میں) جلدی کر رہے ہیں اور وہی اس میں آگے نکل جانے والے ہیں‘‘۔ (المؤمنون، ۲۳: ۶۰، ۶۱)

گویا عبادات کی قبولیت کا معیار تقویٰ ہے۔ جو عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اجر کی نیت سے کیا جائے، اس کی قبولیت کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ بعض علماء نے عبادت کے بعد پھر عبادت کی ترغیب، عبادات کا آسان ہونا، عبادت کرنے کو دل مچلنا، عبادات پر ثابت قدمی اور دوام کو عبادات کی قبولیت کی علامت قرار دیا ہے، مگر یاد رہے کہ علماء کی بتلائی ہوئی قبولیتِ عبادت کی یہ علامات حسنِ ظن کی بنیاد پر مبنی ہیں۔ اعمال کی قبولیت کا فیصلہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو انسانوں پر قیامت کے دن ہی ظاہر ہوگا، دنیا میں کسی عمل کی قبولیت کا یقینی دعویٰ خود فریبی

شیخ حماد مصطفی المدنی کا یورپی یوتھ سے اردو میں پہلا خطاب

”دنیا میں رہو مگر دل میں دنیا کو نہ رکھو“

سخاوتِ قلب اولیائے اللہ کا وصف ہے، دوسروں کی بجائے اپنے عیبوں پر نظر رکھیں

خصوصی رپورٹ

فیس بک، ٹویٹر، سنیپ چیٹ، ٹک ٹاک کے ذریعہ شہرت حاصل کرنے کی بجائے کردار سازی اور اعمال صالح پر توجہ دیں

حماد مصطفیٰ المدنی نوجوان سکالر، Motivational Speaker اور منہاج القرآن انٹرنیشنل کے قابلِ فخر سپوت ہیں۔ حماد مصطفیٰ المدنی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنے آباء کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دینی تعلیم اور خدمتِ خلق میں بھی پیش پیش ہیں۔ آپ نے حال ہی میں یورپی یوتھ سے کینیڈا سے بذریعہ ویڈیو لنک اردو میں پہلا خطاب کیا۔ کردار سازی، محاسبۂ نفس، قربتِ الٰہی کے حصول، فتوہ اور صحبت کے موضوع پر آپ کی یہ گفتگو انتہائی فکر انگیز ہے۔ ماہنامہ منہاج القرآن کے قارئین بالخصوص نوجوانوں کے مطالعہ کیلئے اس گفتگو کے منتخب حصے پیش خدمت ہیں:

امام سلمیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”المقدمہ فی التصوف“ میں ایک صالح نوجوان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو نوجوان قرآن و سنت کی تعلیمات اور ہدایت سے بہرہ ور اور اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ درجے پر فائز ہو جاتا ہے تو فراخ دلی اور سخاوت اس کے مزاج اور طبیعت کا حصہ بن جاتی ہے۔ ہر قسم کی فکری تنگی اور کجی اس سے دور ہو جاتی ہے اور وہ نوجوان سخاوتِ قلب کا حامل ہو جاتا ہے۔

سخاوتِ قلب

سخاوتِ قلب اہل اللہ کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے۔ فتوہ کے راستے پر وہ لوگ گامزن ہوتے ہیں جو اپنے روز مرہ کے اعمال و معاملات میں صرف اللہ کیلئے جیتے، جاگتے اور سوتے ہیں۔ ان کی دوستیاں اور مخالفتیں بھی صرف اللہ کیلئے ہوتی ہیں، وہ اپنی ذات اور نفس پر دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں۔ سخاوتِ قلب کیلئے اولیاء اللہ کی بیان کردہ محنت و ریاضت کو اختیار کرتے ہیں، جس طرح اللہ کی رحمت ایک وسیع و عریض سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ ہے اور نہ حد، اسی طرح اس کے چنیدہ اور برگزیدہ بندوں کے دل اور ظرف بھی وسیع ہوتے ہیں۔

فتوہ کے باب میں امام سلمی روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ غزوہ تبوک کیلئے فنڈ ریزنگ فرمارہے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہر خیر کے کام میں سبقت لے جاتے ہیں تو کیا خوب ہو کہ میں اس بار کارِ خیر کے اس کام میں ان سے آگے نکل جاؤں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا صدقہ و ایثار پیش کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: عمرؓ کیا لائے ہو؟ آپ نے عرض کیا: میں اپنے مال میں سے آدھا حصہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے آیا ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ خوش ہوئے اور مسکرا کر پوچھا: گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا: آدھا حصہ چھوڑا ہے۔ اس دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اپنا مال پیش کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکرؓ کیا لائے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ گویا ہوئے: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنا سارا مال و دولت لے آیا ہوں۔

آپ ﷺ نے پوچھا: گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کیا: گھر والوں کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر آیا ہوں۔

سخاوتِ قلب کی تاریخِ عالم میں اس سے بہتر اور کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ سخاوت کی انتہا اور اس کا آخری درجہ و رتبہ و مقام ہے۔ اللہ کیلئے ہمہ وقت سب کچھ قربان کر دینے کی لگن سے سرشار رہنا، سخاوتِ قلب ہے۔

دنیا میں رہو مگر دنیا کو دل میں نہ رکھو

فی زمانہ صالحین کے راستے پر گامزن ہر ذی نفس کو کم و بیش ایک سوال درپیش رہتا ہے کہ دین و دنیا میں توازن کیونکر قائم کیا جا سکتا ہے؟ کیا آخرت سنوارنے اور اللہ کو راضی کرنے کیلئے دنیا سے مکمل طور پر بے رغبتی اختیار کر لی جائے؟ جس طرح اولین زمانوں میں اولیاء اللہ، صوفیاء کرام عبادت و ریاضت کیلئے جنگلوں اور ویرانوں میں چلے جاتے تھے، کیا آج بھی اللہ کی خوشنودی، اخلاقِ حسنہ اور سخاوتِ قلب کی یہی ریاضت ہے؟

ہمیں اس سوال کا جواب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے والد گرامی حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کے ایک قول سے بھی ملتا ہے۔ آپ اکثر و بیشتر فرماتے تھے کہ دنیا میں رہو مگر دنیا کو دل میں نہ رکھو۔ سخاوتِ قلب کے حصول کا یہی نسخہ کیمیا ہے کہ دنیا میں بسو مگر دل میں دنیا کو نہ بساؤ۔ دنیا کو دل میں بسانے سے مراد ہوسِ زر، مناصب کی خواہش اور تعیّشات کے پیچھے بھاگنا ہے۔ دل دنیاوی حرص و ہوس کا نہیں بلکہ اللہ کی یاد، محبت اور جلوت کا مسکن ہے۔ دنیا پر سوار ہوں مگر دنیا کو اپنے اوپر سواری مت کرنے دیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیاوی ضروریات کی تکمیل کیلئے ملازمت کریں، کاروبار کریں، اپنی اہلیت اور صلاحیت کے مطابق ہر نوع کا پیشہ اختیار کریں لیکن دل میں محبت، انس اور رغبت صرف اللہ کی ہو، یہی توازن اور صفائے قلب کا راستہ ہے۔

اللہ رب العزت نے سورہ نور میں ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (النور، ۲۴: ۳۵)

’’اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے‘‘۔

یعنی اللہ کے نور کے عکس سے مردِ مومن کا دل منور ہوتا ہے۔ دل میں اللہ کے نور کی روشنی پا لینے کے بعد اب وہ شخص کاروبار کرے، ملازمت کرے، یورپ میں رہے، امریکہ میں رہے، دنیا کے کسی خطہ میں رہائش پذیر ہو، اسے دنیا کی کوئی مصروفیت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔ ہم 24 گھنٹے اللہ کو یاد کریں، عبادت میں مصروف رہیں تو تب ہی اس عبادت کا حق ادا ہوتا ہے، اس تصور کو کسی اور انداز سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جب ہم اپنے دل کو اللہ کے نور سے روشن کر لیتے ہیں تو پھر دل میں دنیا کو گھسنے نہیں دیتے اور ہمارا ہر عمل، گزرا ہوا ہر لمحہ عبادت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ہمارا جاگنا، سونا، اٹھنا، بیٹھنا، کاروبار کرنا، تعلیم حاصل کرنا، پڑھنا، سننا، دیکھنا اللہ کی عبادت میں بدل جاتا ہے، اسی کیفیت کو حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے اس انداز میں بیان فرمایا:

غافل نہ ہو خودی سے، کر اپنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ

یعنی انسان کو علم ہی نہیں کہ اس کی ذات کو کس حرم سے نسبت اور واسطہ ہے اور کس دہلیز سے اس کا تعلق اور انسیت ہے۔ جب انسان اپنے نفس کا محاسبہ کر لے اور اپنے نفس کا محتسب اعلیٰ بن جائے اور پھر اس سوچ میں پختہ اور راسخ ہو جائے تو گویا اس نے سخاوتِ قلب کی منزل حاصل کر لی۔ سخاوتِ قلب درحقیقت کردار سازی، بیداری شعور، اخلاقی و روحانی ترقی، نظم و ضبط، خواہشاتِ دنیا سے بریت اور ذات کی نفی کا راستہ ہے۔

اپنی ذات کی نفی

ذات کی نفی کسے کہتے ہیں؟ درج ذیل واقعات اس کی وضاحت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں صبح سے شام تک کفر سے گھمسان کی معرکہ آرائی رہی۔ میں زخموں سے کراہتے زخمی مسلمانوں کیلئے پانی لے کر گیا تو اس دوران ایک اور زخمی کے کراہنے کی آواز آئی تو اس زخمی مسلمان نے دوسرے زخمی کو پہلے پانی پلانے کا کہا۔ جب میں دوسرے کے پاس گیا تو اس کے ساتھ ایک اور سپاہی درد سے کراہ رہا تھا اور پانی مانگ رہا تھا، اس زخمی نے پہلے اسے پانی پلانے کی طرف

اشارہ کیا، انہیں پانی پلا کر جب میں پہلے زخمی کے پاس واپس آیا تو وہ جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔

اسی طرح حضرت علیؓ ایک مرتبہ ایک جنگ میں دشمن سپاہی پر غالب آگئے اور اپنی تلوارِ ذوالفقار اس کی گردن پر رکھ دی، آپ جیسے ہی ضرب لگانے لگے تو اس دشمن سپاہی نے حضرت علیؓ کے چہرہ کی طرف اپنا تھوک پھینکا تو مولا علیؓ نے اسی وقت اپنی تلوار نیچے کر لی اور اسے چھوڑ دیا۔ دشمن کا سپاہی حیرت سے بولا کہ میں نے آپ کی توہین کی، آپ نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا؟ مولا علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے اللہ کیلئے تمہارے ساتھ جنگ کی اور تمہیں اپنی تلوار کی زد میں لیا۔ تمہاری ناپاک حرکت کی وجہ سے میرے اندر غصہ آگیا، اگر میں اب تجھے قتل کرتا تو وہ اللہ کیلئے نہ ہوتا بلکہ میں اپنی ذات کی توہین کا تجھ سے بدلہ لیتا اور اپنے نفس کی پیروی کرتا۔ اس حالت میں تمہیں مارنا میرے اوپر حرام ہوگیا تھا۔ آپ ؑ کے اس کردار کو دیکھ کر یہ شخص مسلمان ہوگیا۔

اب ہم اپنے احوال پر نظر دوڑائیں کہ ہم اپنے ہر عمل اور فیصلے کی راہ میں قدم قدم پر Ego، نفس کی خواہشات اور لذاتِ دنیا کو لے آتے ہیں۔ انا پرستی (Ego) ایک بہت بڑا دھوکہ ہے، اس کا شکار فرد خود کو ہر معاملے میں درست سمجھتا ہے۔ حقیقت میں یہ دھوکا ہے۔ انا پرستی کی آڑ میں ہم اپنی ذات کیلئے لڑ رہے ہوتے ہیں اور سبقت لے جانے کے فریب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے دل میں یہ سوچ ہو کہ ہماری نفرتیں، محبتیں، نفع اور نقصان اللہ کیلئے ہے تو پھر انا پرستی کا منہ زور گھوڑا کبھی ہم پر سواری نہ کرے۔

زندگی کی حقیقت

زندگی ایک سفر ہے اور اس کی منزل قربِ ذاتِ الٰہی کے سوا اور کوئی نہیں ہے یعنی رجوع الی اللہ، اللہ کی طرف واپسی کا سفر۔ دنیا میں سفر کے دوران ہم ایک ملک سے دوسرے ملک جاتے ہوئے، ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف جاتے ہوئے اپنے گھر کا سارا سامان ساتھ لے کر نہیں نکلتے، صرف ضرورت کی اشیاء لے کر چلتے ہیں تاکہ سفری مشکلات کو کم سے کم کر سکیں۔ دنیا کی بھی یہی مثال ہے کہ صرف اتنی دنیا کی خواہش کی جائے جتنی اس کی ضرورت ہے، جس طرح سفر میں ضرورت سے زائد سامان وبال بن جاتا ہے، اسی طرح حد سے متجاوز دنیا کمانے کا عمل بھی سوہانِ روح ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں دنیا میں رہتے ہوئے وہ اعمال اور زادِ راہ جمع کرنا چاہیے جو سفرِ آخرت میں کام آتا ہے۔

سفر کا انسانی زندگی، عادات و اطوار، افعال و معاملات سے انتہائی گہرا تعلق ہے۔ سفر کرنا انبیاء کرام و اولیاء صالحین کی سنت اور سفر وسیلہ ظفر ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اس ضمن میں ایک نکتہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا سفر حضرت آدمؑ نے کیا اور جنت سے دنیا میں تشریف لائے۔ یہ اعلیٰ سے ادنیٰ مقام کی طرف سفر تھا۔ یہ سفر اذنِ باری تعالیٰ سے ہوا اور اس اطاعت پر حضرت آدمؑ کو زمین پر خلافت کے منصب سے نوازا گیا۔ اس سفر کا سبب نسیان تھا یعنی یہ سفر بھولنے کے عمل کے سبب سے ہوا اور پھر انسانیت اپنی تخلیق کے معراج تک پہنچی۔

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ نے جب سفر کا آغاز کیا تو اس وقت ان کی عمر 13 سال تھی تو اس وقت ان کے والد گرامی نے مروّجہ روایات کے مطابق انہیں حصولِ علم کی بجائے خاندانی ''زمیندارا'' اور کاروبار کرنے کی طرف راغب کیا اور سکول جانے کے عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جس پر ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ اپنی والدہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے حصولِ علم کی خواہش کا اظہار کیا۔ والدہ نے اس خواہش کے احترام میں اپنا زیور انہیں دے دیا، جنہیں بیچ کر حصولِ علم کیلئے وہ لکھنؤ چلے گئے اور پھر وہاں سے میڈیکل اور طب کی تعلیم کے ساتھ علومِ شریعہ کی تکمیل کر کے واپس جھنگ لوٹے۔ اگر وہ پرعزم ہو کر بامقصد سفر اختیار نہ کرتے تو زیورِ تعلیم سے کبھی آراستہ نہ ہوتے اور شمع سے شمع روشن نہ ہو پاتی۔

اگر ہم دنیا کی دوڑ دھوپ اور 22 سے 23 سالہ زمانہ طالب علمی کے دوران اپنے دل میں اللہ کو بسا لیں تو تعلیمی مصروفیات عبادت میں تبدیل ہو جائیں گی اور حصولِ علم کے

سفر میں پیش آنے والی تکالیف بھی عبادت اور اللہ کی خوشنودی کا سبب بن جائیں گی۔

سفر کی اشکال

سفر دو طرح کے ہوتے ہیں: ۱۔ظاہری ،۲۔باطنی

یہ ایک کیفیت سے دوسری کیفیت اور ایک حال سے دوسرے حال تک کا سفر ہوتا ہے۔ اصحابِ کہف نے ظالم بادشاہ کے جور وستم کے ردِعمل میں سفر کیا اور ایک غار میں پناہ لی۔ بادشاہ کے ظلم سے بچنے کیلئے غار میں پناہ لینا ظاہری سفر ہے اور پھر غار کے اندھیرے میں اپنے دلوں کو اللہ کی محبت سے روشن کر لینا باطنی سفر ہے۔ جب دل اللہ کی طرف مڑ جائے تو تنگ و تاریک غار بھی تاحدِ نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے اور دل راحت پاتے ہیں۔

نفس کا محاسبہ

آج کل نوجوان دوسروں کی کوتاہیوں، خطاؤں اور عیبوں پر نظر رکھتے ہیں، کردار سازی کے باب میں یہ بہت بڑا عیب ہے۔ اس سے بچنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے۔ اس ضمن میں حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ دوسروں کی کمی بیشی پر نظر رکھنے کی بجائے اپنی کمی بیشی پر نظر رکھیں۔ جو دوسرے کے عیبوں پر نظر رکھتا ہے، اسے اپنے عیب نظر آنا بند ہو جاتے ہیں، سخاوتِ قلب کیلئے اپنے اخلاق سنوارنے پر توجہ دیں۔

بے لوث محبت

صفائے قلب کی ایک علامت بے لوث محبت ہے یعنی دلوں میں نرمی، اخلاص، انس اور وفا پیدا کی جائے۔ اس ضمن میں امام سلمیؒ فرماتے ہیں کہ ابوالحسن نوری حضرت جنید بغدادیؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا کہ محبت کے بارے میں کچھ فرمائیں کہ یہ کیا ہے؟ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ کسی باغ میں بیٹھا تھا، ایک نابینا شخص ایک نوجوان کے ہمراہ باغ میں داخل ہوا۔ وہ نابینا نوجوان سے مخاطب تھا کہ تو نے جو کہا، میں نے وہ کیا، جس سے روکا میں رک گیا، اب بتا، میں اس کے علاوہ اور کیا کروں؟ جس پر نوجوان گویا ہوا کہ میرے لیے مرے تو نہیں؟ اس کے بعد وہ نابینا زمین پر لیٹا، چادر اوڑھی اور اس کی جان نکل گئی۔ وہ بتاتے ہیں کہ ہمیں اس پر یقین نہ آیا، جب قریب جا کر دیکھا تو سچ مچ وہ نابینا شخص وفات پا چکا تھا۔ جس کی آنکھیں نہیں، اس نے ان دیکھے محبوب کیلئے جان دے دی۔

ذرا چشمِ تصور میں ہم اپنے آپ کو لائیں کہ ہماری محبت کا مالکِ ارض و سماء کیلئے کیا معیار ہے اور ہمارے دعوے کس حد تک ہمارے عمل کے نمائندہ ہیں۔ گویا سخاوتِ قلب کا آخری مقام اور اعلیٰ مرتبہ محبت و جانثاری ہے۔

صحیح بخاری میں موجود حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ جب بندے کو اللہ سے محبت ہو جاتی ہے تو اللہ بھی اپنے بندے سے محبت کرتا ہے اور بندہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ پھر اللہ ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا'' کے مصداق اس بندے کے آدابِ بندگی پر پورا اترنے کی وجہ سے جبریل امین سے کہتا ہے کہ میں زمین میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ جبریل اہلِ زمین کو صدا دیتے ہیں کہ اللہ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، آپ بھی اس سے محبت کرو۔ اس طرح اللہ سے محبت کرنے والوں کیلئے اللہ دوسروں کے دلوں میں محبت اور شفقت کے جذبات پیدا کر دیتا ہے۔

شہرت کیلئے سوشل میڈیا کا استعمال

وہ نوجوان جو شہرت اور نمائش کے دلدادہ ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا، فیس بک، ٹویٹر، سنیپ چیٹ، ٹک ٹاک کے ذریعے مشہور ہونے کی بجائے اپنے اندر اچھے اوصاف اور اعمال پیدا کریں۔ اللہ کے لیے اور اللہ کے بندوں کیلئے جینا سیکھیں، جب وہ صدقِ دل سے اللہ کے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں دوسروں کی نگاہوں میں مشہور اور ممتاز بنا دیں گے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے شہرت کی خواہش ایک طرز کی غلامی اور محکومی ہے اور نوجوان ہمہ وقت اس غلامی کا شکار رہتے ہیں۔ دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا بے بسی اور غلامی ہے، اس غلامی سے اپنے آپ کو باہر نکالیں۔

کئی اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کو پردہ فرمائے ہوئے صدیاں بیت گئیں مگر وہ آج بھی لاکھوں، کروڑوں دلوں کی دھڑکن ہیں، ان کے مزار اور خانقاہیں مرجعِ خلائق ہیں۔ کیا یہ اولیاء کسی سوشل میڈیا کے ذریعے عامۃ الناس کی آنکھ کا تارا بنے؟ جواب نفی میں ہے۔ اولیاء، صالحین حسنِ اعمال، توبہ و

استغفار، انسانی حقوق کے احترام اور سخاوتِ قلب کے اوصاف سے اللہ اور دنیا کے محبوب بنے۔

گفتار اور ٹیکنیکس سے حاصل ہونے والی عزت اور شہرت کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ ہمیں یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ جب انسان خدا کی اتباع و پیروی کرتا ہے تو پورا جہان اس کی پیروی کرنے لگتا ہے۔ جس نے دنیا سے دل پھیر لیا اور لاپروائی کا اعلان کر دیا، دنیا اس کے قدموں میں آ کر بیٹھ جاتی ہے۔ اللہ کے نیک بندے وہی ہوتے ہیں جو دنیا کی طرف دھیان نہیں دیتے بلکہ ہر حال میں اپنا رخ اللہ کی طرف رکھتے ہیں۔

محبت کا ایک رخ یہ ہے کہ ہم اپنے عزیز و اقارب، اہلِ خانہ، سوشل سرکلز، تنظیمی، تحریکی ساتھیوں، رفقاء کار سے صرف اور صرف اللہ کیلئے محبت کریں۔ جس محبت میں دنیاوی حرص نہیں ہوگی وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوگی اور وہی محبت نفع دینے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے احوال پر رحم فرمائے اور ہمیں صالحین اور ان چنیدہ ہستیوں کے راستے پر چلائے جو اس کے کے انعام یافتہ ہیں۔

❁❁❁❁❁

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم عتیق الرحمٰن (نظامت ایڈمن مرکزی سیکرٹریٹ) کے والد محترم طالب حسین بھٹی (موچیوالہ)، محترم محمد شاہد (صدر TMQ، UC-68 بورے والا) کی والدہ محترمہ، محترم غلام حسین (ضلعی صدر TMQ سرگودھا) کی والدہ محترمہ، محترم محمد حسنین سعید (دنیا پور)، محترمہ مجیداں بی بی (دنیا پور)، محترم ڈاکٹر عبدالرحیم (صدر MQI جہانیاں) کے والد محترم تاج محمد طاہر، محترم حاجی شفاقت علی منہاس (حافظ آباد) کی بھاوج، محترم محمد اکرم منہاس (حافظ آباد)، محترم ملک خضر حیات اعوان (حافظ آباد) کی اہلیہ اور محترم ملک علی مرتضٰی اعوان کی والدہ، محترم علامہ غلام ربانی (حافظ آباد) کا بیٹا، محترم بنیا مین اور عبدالہادی کے والد محترم حافظ محمد حسین فاروقی (ناظم دعوت یوسی 6 حافظ آباد)، محترم ملک شفیق الرحمٰن اعوان (ضلعی صدر PAT حافظ آباد) کی خوشدامن، محترم حافظ نور محمد نقشبندی (حافظ آباد)، محترم نثار الحسن عامر (حافظ آباد) کی ہمشیرہ، محترم عبدالوحید خان (بھکر) کی ہمشیرہ، اسیرِ انقلاب محترم حاجی گل (بھکر) کا بھتیجا محترم محمد آصف قیصر، محترم شاہد حسین (بھکر) کی والدہ، محترم ڈاکٹر محمد اسلم خان (بھکر) کی والدہ، محترم ظلِ حسنین اعوان (لالیاں) کے کزن، محترم محمد حسنین بھٹی (لالیاں) کی اہلیہ محترمہ، محترم محمد عبیداللہ ہرل (لالیاں) کے چچا جان، محترم عبدالرؤف (لالیاں) کے والد، محترم محمد ریاض کلہ (لالیاں) کی خالہ جان، محترم عبدالحفیظ الغنی ملک شاپ والے (اوکاڑہ)، محترم محمد ادریس مغل (سلانوالی) کا بیٹا، محترم ملک غلام عباس (گوجرہ) کی والدہ محترمہ، محترم چوہدری منور احمد باجوہ (گوجرہ) کے بہنوئی، محترم مستنصر حسین (گوجرہ) کی والدہ محترمہ، محترم ظفر اقبال (گوجرہ) کے والد محترم، محترم مہر محمد اقبال (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے چچا جان، محترم خالد محمود (پیر محل) کے تایا جان، محترم شبیر احمد طاہر (قصور) کے والد، محترم حکیم محمد اشرف نیازی (سمندری) کے والد، محترم ماسٹر طارق محمود (مریدکے) کے بھائی، محترم محمد امتیاز بھٹی (ماموں کانجن) کے چچا جان، محترم محمد افضل بھٹی (صدر پی پی) کے بہنوئی، محترم میاں محمد اقبال (نارووال) کی والدہ، محترم محمد احمد خالد (پاکپتن شریف)، محترم ملک سرفراز احمد قادری (فیصل آباد) کے بھائی، محترم حافظ شمشاد اقبال (سکھیکی منڈی) کی چچی جان، محترم میاں افتخار احمد (نیکوکارہ بیک احمد یار)، محترم نور خان چدھڑ (لودھرے) کا بیٹا، محترم چوہدری محمد یار چدھڑ (لودھرے)، محترم ملک شفیق الرحمان (حافظ آباد) کی ساس صاحبہ، محترم چوہدری بابر حسین جٹ (گوجرانوالہ) کے والد، محترم حافظ جنید احمد (علی آباد کولوتارڑ) کی چچی جان اور علامہ منشاء کی ہمشیرہ، محترم گلزار حسین چوہان (سندھواں تارڑ) کا بھانجا، محترم رانا محمد اکرم (پاکپتن شریف) کے والد، محترم محمد شفیق مہر (سابقہ صدر TMQ مرالی والہ گوجرانوالہ)، محترم محمد وارث (مرالی والہ گوجرانوالہ) کے والد قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

قائداعظم محمد علی جناحؒ کیسا پاکستان چاہتے تھے؟

بانی پاکستان کی سیاسی، سماجی، معاشی، اخلاقی فکر کا ماخذ قرآن وسنت تھے

آج نئی نسل کو ان کے مسلک، عقیدہ کی آڑ میں گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے

خصوصی رپورٹ: نوراللہ صدیقی

یہ بحث نوجوان نسل کے ذہنوں کو ابہام سے دوچار کرنے کے لیے جاری رکھی جاتی ہے کہ بانی پاکستان کا مسلک کیا تھا؟ کیا وہ سیکولر تھے؟ ان کے مذہبی رجحانات اور عقائد کیا تھے؟ ان کی بعض تحریروں اور تقاریر کو سیاق و سباق سے ہٹا کر نئی نسل کے ذہنوں کو پراگندہ کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے اور ان کی فکر کو لادینیت سے جوڑنے کی ناکام اور مذموم کوشش کی جاتی ہے۔ بانی پاکستان کس قدر اسلام پسند اور قرآن وسنت کے زریں اصولوں پر کاربند تھے، اس کا اندازہ صرف اس ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ان کی اکلوتی بیٹی نے پارسی مذہب میں شادی کی اور انہوں نے بہت کوشش کی کہ وہ واپس اسلام کے راستے پر آجائے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی کوششیں کارگر ثابت نہیں ہو رہیں تو انہوں نے اپنی بیٹی کو لکھا کہ میرا اور آپ کا رشتہ اسلام کی وجہ سے تھا، آج کے بعد نہ مجھے ملنا اور نہ مجھے نظر آنا۔ اگر بانی پاکستان اسی طرح کے سیکولر ذہن کی شخصیت ہوتے اور وہ مغرب کے انسانی حقوق کے مسخ شدہ موقف کے حامی ہوتے تو وہ کہتے کہ میری بیٹی کو اپنی زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے مگر جس فکر اور اصول پر وہ خود کھڑے تھے، وہ اپنی بیٹی کو بھی اسی فکر اور اصولوں پر کھڑا دیکھنا چاہتے تھے۔ جب وہ کھڑی نظر نہیں آئی تو انہوں نے عمر بھر کیلئے بیٹی سے قطع تعلق کر لیا۔

قائداعظم ایک مردِ مومن تھے اور اسلام کی تعلیمات توحید، اللہ پر ایمان، نبی آخر الزماں ﷺ سے عقیدت، اسلام کے دینی، دنیاوی معاملات سے مکمل آگاہی، قرآن کے سنہری اصولوں کی تعلیم کے علاوہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور اسلام جو بین الاقوامی امن کا داعی ہے، اس کی تاریخ سے مکمل آگاہی رکھتے تھے۔

قائداعظم ایک مردحق تھے اور جرأت و بہادر مردحق کے اوصاف میں سے ایک وصف ہوتا ہے۔ قائداعظم متوکل علی اللہ اتنے تھے کہ پاکستان کے اولین یومِ آزادی پر جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بخوفِ جان کراچی آنے سے انکار کر دیا اور قائداعظم کو لکھا کہ اس موقع پر سکھوں نے آپ کو بم سے اڑا دینے کا منصوبہ مکمل کر رکھا ہے، ایسے حالات میں نہ آپ کے لیے جلوس نکالنا مناسب ہے اور نہ میرے لیے اس میں شرکت کرنا تو قائداعظم نے انہیں ان الفاظ میں تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں، خدا پر بھروسہ کر کے آجاؤ، اللہ تعالیٰ بہتری کرے گا۔ چنانچہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اس مرد حق کی یقین دہانی پر آئے اور قائداعظم انہیں کھلی کار میں بٹھا کر لاکھوں انسانوں کے پرجوش ہجوم سے بخیر وخوبی گورنمنٹ ہاؤس تک لے آئے جس سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن بہت متاثر ہوئے۔

بانی پاکستان اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق مصطفی ﷺ کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ ایک عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر قائداعظم نے فرمایا تھا کہ آج ہم کروڑوں انسانوں کے قائد اور عظیم ترین انسانوں کے ممدوح کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں جو ایک بزرگ ترین معلم، مدبر اور قانون ساز تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک عظیم حکمران بھی۔ اسلام صرف چند رسوم و روایات، مذہبی اصولوں کا نام نہیں بلکہ مسلمانوں کے سیاسی، اقتصادی و دیگر مسائل کی رہبری کیلئے ایک

مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام کی بنیاد صرف ایک خدا پر ہے۔ انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں، مساوات، آزادی اور بھائی چارہ اسلام کے مخصوص اصول ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی اس زمانے کے لحاظ سے نہایت سادہ تھی۔ کاروبار سے لے کر حکمرانی تک ہر معاملہ میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی اور سچی بات تو یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ جیسا انسان دنیا نے کبھی پیدا نہیں کیا۔ انہوں نے 13 سو سال پہلے ہی جمہوریت کی بنیاد رکھ دی تھی۔

قائداعظم کا مذکورہ پیغام ان کی سیاسی، دینی اور سماجی فکر کا آئینہ دار ہے۔ بانی پاکستان اپنی سیاسی، سماجی، معاشی، اخلاقی فکر کے رہنما اصول قرآن وسنت سے اخذ کرتے تھے اور اس ضمن میں بطور حوالہ ان کی بے شمار تقاریر اور تحریریں پیش کی جاسکتی ہیں۔

14 فروری 1948ء کو انہوں نے ایک موقع پر فرمایا:

’’میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہماری نجات پیغمبر اسلام ﷺ کے وضع کردہ سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہونے میں ہی مضمر ہے۔ آیئے ہم اپنی جمہوریت کی عمارت حقیقی اسلامی نظریات اور اصولوں کی بنیادوں پر استوار کریں‘‘۔

بانی پاکستان نے تحریک پاکستان شروع ہونے سے بہت پہلے عوام الناس کے اسلامی جذبات کا ادراک کرلیا تھا اور یہ بھی جان لیا تھا کہ کس طرح وہ اسلامی قوانین کے ذریعے ایک قوم کی تشکیل کر سکتے ہیں۔ امپیریل پریوی کونسل سے خطاب کے دوران انہوں نے برطانیہ کے وقف لاز کو بدلنے پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ برطانوی حکومت نے وقف سے متعلق اسلامی قوانین بدل کر اسلامی فقہ کے ایک اہم عضو کو کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ ان کے اس ایک بیان سے ان کی شریعت محمدی اور فقہ سے گہرے شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔

بانی پاکستان برطانوی پارلیمنٹرین کے ساتھ مکالمہ کرتے ہوئے یہ بات فخر سے کہتے تھے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کے خیال میں دوسرے انسانوں کے ساتھ محبت اور رواداری کے فرض کے والہانہ اور شدید احساس سے بڑھ کر اور کوئی حکم زیادہ ضروری اور الہامی طور پر لازمی نہیں ہے۔

عشق مصطفیٰ ﷺ کا ایک اور ایمان افروز مکالمہ سماعت کریں کہ جس کا ذکر بانی پاکستان نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے فرمایا:

آج عید میلاد النبی ﷺ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ہم چند غلام ان کی یاد میں یہاں جمع ہوئے ہیں اور اس ذاتِ اقدس کے کروڑوں ثناء خوان دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ غیر مسلم مشاہیر بھی ان کا نام انتہائی تعظیم سے لیتے ہیں۔ میں ناچیز ان کی خدمت میں کیا ہدیہ عقیدت پیش کرسکتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ ایک معلم، مبلغ، قانون دان، منتظم، مدبر اور حکمران تھے۔ آپ ﷺ کا ہر ارشاد ہمارے لیے واجب تعمیل ہے۔ اس لیے جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو بہت سارے غیر مسلم ہمارے وفورِ اشتیاق کا صحیح ادراک نہیں کر پاتے۔ اسلام محض چند رسوم، چند روایات اور چند اعتقادات کا ہی مجموعہ نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہماری سیاست، ہماری معیشت اور معاشرتی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ ہمارے دین کی بنیاد احترام، ایمان اور عدل و انصاف کے زریں اصولوں پر قائم ہے۔ خدائے واحد کے بندوں سے مساویانہ حسنِ سلوک اسلامی تعلیمات کا لازمی جزو ہے۔ اسلام، افتخار، رنگ ونسل اور تمیز بندہ وآقا سے ہمیشہ نا آشنا رہا ہے۔ اس لیے مساوات اور اخوت اسلام کے وہ دو محکم اصول ہیں جن میں رتی بھر بھی تغیر وتبدل کی گنجائش نہیں۔ ہمارے آقا و مولا ﷺ نے سادگی و قناعت میں زندگی گزار دی، اس کے باوجود تجارت سے حکمرانی تک ہر موڑ پر کامیابی نے ان قدم چومے۔

ہم ہر سال یوم آزادی، یوم پاکستان، یوم قائداعظمؒ جیسے ایام مناتے ہیں اور پاکستان کی ترقی و خوشحالی کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔ اس موقع پر ہم اپنا محاسبہ بھی کرتے ہیں اور ہر سال لکیر پیٹتے ہیں کہ قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟ بانی پاکستان کے مذکورہ ارشادات جو مختلف مواقع پر بیان ہوئے سے واضح ہوتا ہے کہ بانی پاکستان اپنی فکر کا ماخذ قرآن وسنت سمجھتے تھے کہ ہمارے مسائل کا حل قرآن وسنت میں بیان کیے گئے اخلاقی، سیاسی، سماجی اصولوں میں مضمر خیال کرتے تھے۔ وہ اس حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کی پاک سیرت کو ایک بہترین عملی نمونہ تسلیم کرتے ہوئے اپنے قلب و روح میں اسے بسائے ہوئے تھے۔ جب تک ہم صدقِ دل کے ساتھ اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا نہیں ہوں گے مسائل کے حل کے نام پر مارے مارے پھرتے رہیں گے۔ ہمارے جملہ مسائل کا حل آپ ﷺ کی مبارک سیرت کے مطابق اپنے ہر نظامِ حیات کو ترتیب دینے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ یہی نظریہ پاکستان اور یہی نظریہ اسلام ہے۔

پانی زندگی ہے

صرف 15 فیصد آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر ہے

پانی کے ذخائر کی حفاظت اور اس کے استعمال میں حد درجہ احتیاط وقت کا تقاضا ہے

عالمی اداروں کا کہنا ہے پاکستان پانی کی قلت پر ہنگامی اقدامات کرے

پانی کے عالمی دن کی مناسبت سے خصوصی رپورٹ

آج ویسے تو پوری دنیا پانی کی قلت کی وجہ سے پریشان ہے لیکن پاکستان میں صورت حال زیادہ سنگین ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے معیار کے مطابق پاکستان کی صرف 15 فیصد آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر ہے۔ پاکستان میں پانی کی آلودگی بہت سی بیماریوں کو جنم دے رہی ہے۔ آلودہ پانی پینے سے پاکستان میں ہزاروں بچے ہیضہ، اسہال اور دیگر بیماریوں کے باعث موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ ہر پانچ میں سے چار امراض پانی سے لگنے والی بیماریوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ جن میں سے اسہال بچوں میں اموات کا سب سے بڑا باعث ہے۔ اس کے علاوہ آلودہ پانی سے سانس کی بیماریاں، آنتوں کی سوزش، اسہال، جلدی امراض، غدود کا بڑھنا، ٹی بی، ہیپاٹائٹس اے جیسے مہلک امراض بڑھتے جارہے ہیں۔

ورلڈ ریسورسز انسٹیٹیوٹ کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کو پانی کے حوالے سے درپیش مسائل کو حل کرنے کے لیے ہنگامی طور پر اقدامات کی ضرورت ہے۔ یہی صورت حال رہی تو 2040ء تک پاکستان دنیا بھر میں پانی کے بحران سے متاثرہ ممالک کی فہرست میں 23 ویں نمبر پر آجائے گا۔ پاکستان میں پانی کے معیار پر نظر رکھنے اور اس کا جائزہ لینے کے پروگرام نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اداروں کا کمزور انتظام اور اس حوالے سے مؤثر قانون سازی کے فقدان نے اس مسئلے کو مزید گھمبیر بنادیا ہے۔ حکومتی بے حسی تو اپنی جگہ لیکن لوگوں کی اس مسئلے کی سنگینی کے بارے میں لاعلمی اس سے زیادہ تشویشناک ہے۔

موجودہ صورتحال میں ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم پانی کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اپنا کردار ادا کریں۔ ہمیں اکیسویں صدی میں داخل ہوئے دو دہائی کا عرصہ بیت چکا، ہر شخص زندگی کو زیادہ سے زیادہ آسائشوں سے پرسکون بنانے کی دوڑ میں لگا ہے لیکن ایسے میں ہمارے ہی ملک میں ایک بڑی تعداد ایسے نفوس کی بھی ہے جن کی زندگی کا بڑا اور واحد مقصد پینے کے لیے صاف پانی کی تلاش ہے۔ قرآن مجید اور حضور نبی اکرم ﷺ کے بے شمار فرمودات و ارشادات کے ہوتے ہوئے بھی آج جس طرح سے ہم پانی کو ضائع کرتے ہیں، یہ انتہائی افسوسناک رویہ ہے۔ آج ہم نے صرف پانچ وقت کی نماز، رمضان میں روزہ، سال بعد زکوۃ اور ادائیگیٔ حج کو ہی اسلام سمجھ رکھا ہے جبکہ اسلام کا صرف اتنا ہی تقاضا نہیں ہے۔ ہم اپنے سیاسی، مسلکی، تبلیغی اور کاروباری مفادات کے حوالے سے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں مگر انسانی زندگی سے وابستہ مسائل کی طرف توجہ نہیں کرتے جو ایک المیہ ہے۔

پانی اور اسلامی تعلیمات

اللہ رب العزت نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان نعمتوں کا احساس و لذت اس کی ضرورت کے مطابق ہوتا ہے۔ پانی انسانی زندگی ہی نہیں بلکہ کائنات کے وجود و بقا کے لئے خالقِ کائنات کی پیدا کردہ نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہے۔ انسان کی تخلیق سے لے کر کائنات کی تخلیق تک سبھی

چیزوں میں پانی کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ.

’’اور ہم نے (زمین پر) ہر پیکرِ حیات (کی زندگی) کی نمود پانی سے کی، تو کیا وہ (قرآن کے بیان کردہ اِن حقائق سے آگاہ ہو کر بھی) ایمان نہیں لاتے‘‘۔ (الانبیاء، ۲۱: ۳۰)

زمین پر موجود تمام مخلوق کی زندگی کی بقا پانی پر ہی منحصر ہے۔ قرآن کریم میں تقریباً 58 مرتبہ پانی کا تذکرہ اس کی اہمیت و افادیت کو واضح کرتا ہے۔

☆ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایسی کون سی شے ہے کہ جس سے انسانوں کو منع نہیں کیا جاسکتا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ چیز پانی ہے (بخاری، ۳۴۷۳)

☆ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جو سب کے لیے عام ہے ا۔ پانی، ۲۔ گھاس، ۳۔ آگ۔ (ابوداؤد، ۳۴۷۷)

☆ پانی کو خراب وناپاک کرنے کے بارے میں آپ ﷺ نے سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: تم سے کوئی شخص بہتے ہوئے پانی میں پیشاب و پاخانہ نہ کرے۔

☆ ایک اور مقام پر فرمایا: ضرورت سے زیادہ پانی فروخت مت کرو (ابوداؤد، ۳۴۷۸)۔

☆ آپ ﷺ خود پانی کا استعمال نہایت ہی کفایت شعاری سے کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ غسل ایک صاع پانی سے کرتے اور اس کے چوتھائی یعنی ایک مد سے وضو فرماتے۔ لیٹر کے حساب سے ایک صاع تقریباً چار لیٹر تک ہوتا ہے۔ آج ہم حضور نبی اکرم ﷺ سے عشق کا دم بھرتے ہیں، جاں تک لٹانے کا عہد کرتے ہیں مگر افسوس آپ ﷺ کی ان تعلیمات پر غور نہیں کرتے جن میں انسانیت کی بقاء کا راز ہے۔

☆ حضور نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ نہر کے کنارے وضو فرمارہے تھے، آپ برتن میں الگ پانی لیتے اور اس سے وضو کرتے اور جو پانی بچ جاتا، اس کو دوبارہ نہر میں ڈال دیتے۔ (مجمع الزوائد)۔

☆ ایک صحابی بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرے گناہ بہت زیادہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پیاسوں کو پانی پلاؤ، تمہارے گناہ ایسے جھڑ جائیں گے جیسے درختوں سے پتّے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحرا میں ایک عابد اور ایک گنہگار شخص کا گزر ہوا۔ قریب تھا کہ عابد پیاس کی وجہ سے دم توڑ دے مگر گنہگار شخص نے اسے اپنا پانی پلا دیا اور خود پیاسا رہ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: صرف ایک شخص کو پانی پلانے کے عوض میدان محشر میں رب کریم گناہ گار شخص کی مغفرت فرما کر اس کو جنت عطا فرمائے گا۔

آج لوگ طرح طرح کی بیماری میں مبتلا ہیں، علاج کے لیے ہزاروں، لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، امراض کے علاج پر متوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث میں مذکور اس اہم طریقہ علاج کی جانب بھی متوجہ ہوکر اور ضرورت مندوں کو پانی فراہم کرنے کے صدقے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بیماری سے شفا یابی کی امید کی جاسکتی ہے۔

☆ پانی کا بے جا استعمال خواہ وضو،غسل کے لیے ہی کیوں نہ ہو منع ہے۔ پانی میں اسراف اس حد تک منع ہے کہ فرمایا: اگرچہ سمندر کے کنارے پر ہو پھر بھی پانی میں اسراف نہ کرو یعنی حاجت شرعیہ سے زیادہ پانی استعمال نہ کریں۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارت باب المستحب من الماء)

☆ اگر کسی نے دریا سے گھڑا بھر کر پانی زمین پر بے فائدہ بہا دیا تو اس نے پانی برباد کر دیا۔

☆ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ گزشتہ سات برسوں سے گھٹنے پر پھوڑا ہے اور سخت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا: ایسی جگہ تلاش کرو، جہاں لوگ پانی کے محتاج ہوں۔ وہاں جاکر لوگوں کی سہولت کے لئے کنواں کھدواؤ۔ کنواں کھدوانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو شفا عطا فرمائی۔

معلوم ہوا اللہ رب العزت کو یہ عمل کس قدر محبوب ہے کہ اس پر عمل کرنے کے سبب اللہ بیماریوں سے شفا عطا فرماتا ہے اور پیاسوں کو پانی پلانے سے جنت عطا فرماتا ہے۔ سوچنا اور فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ ہم پانی کے موجود ذخائر کو نہ صرف محفوظ کریں بلکہ اس کے استعمال میں احتیاط برتیں۔

(بقیہ صفحہ 36 پر ملاحظہ فرمائیں)

سفر زندگی کے لیے برگ و ساز..........سفر ہے حقیقت، حضر ہے مجاز

اسلام کی روشنی سفر کی برکت سے دنیا کے ہر خطہ تک پھیلی

دورہ یورپ کے دوران 175 سے زائد افراد منہاج القرآن کے لائف ممبر بنے

چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا دورہ یورپ: خصوصی رپورٹ

نوراللہ صدیقی

چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے 7فروری 2020ء سے یکم مارچ 2020ء تک یورپ کا تاریخی تنظیمی و تربیتی دورہ کیا۔ اس دوران وہ سویڈن، ڈنمارک، ناروے، نارتھ اٹلی، ساؤتھ اٹلی، فرانس، برطانیہ، جرمنی، سپین اور آسٹریلیا تشریف لے گئے جہاں انہوں نے ممتاز پاکستانیوں، علمائے کرام مختلف شعبہ جات کے ماہرین، نوجوانوں اور منہاج القرآن انٹرنیشنل یورپ کے رہنماؤں اور تنظیمی عہدیداروں سے ملاقاتیں کیں۔ چیئرمین سپریم کونسل کے دورے کی مختصر روداد ماہنامہ منہاج القرآن کے قارئین کے مطالعہ کیلئے پیش خدمت ہے۔

دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں جہاں بے مثال، لازوال قربانیاں کارفرما ہیں وہاں حضور نبی اکرم ﷺ سمیت ان کے اصحاب کے اسفار کا بھی مرکزی کردار ہے۔ غارِ حرا کا تفکر و تدبر ہو یا وادی طائف کے خونچکاں مناظر، شعب ابی طالب کا سفر ہو یا ہجرت حبشہ و ہجرت مدینہ، اس سفر در سفر سے دینِ اسلام کی حقانیت کا سورج چہار دام اپنی کرنیں بکھیرتا نظر آتا ہے۔ ریاستِ مدینہ کے قیام کے بعد اصحابِ رسول ﷺ جو تاجدار انبیاء حضرت محمد ﷺ سے براہ راست فیض یافتہ تھے، وہ ایک لمحہ کیلئے بھی آرام سے نہ بیٹھے اور مصطفوی انقلاب کا پرچم لے کر نگر نگر، گلی گلی، کوچہ کوچہ میں گئے۔ اصحاب رسول ﷺ کے اس سفر کی برکت سے اسلام کی روشنی اندھیروں میں ڈوبے ہوئے خطوں کو تاباں و منور کرتی رہی اور یوں اس سفر کی برکت سے قرآن و سنت کا حقیقی پیغام مختصر عرصہ میں دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ گیا۔

یہ کہنا مبالغہ آرائی نہ ہو گا کہ اسلام قربانی اور سفر سے پھیلا اور اس کا دوام اور استحکام بھی سفر سے جڑا ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ. (آل عمران، ۳:۱۱۰)

’’تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو‘‘۔

امر بالمعروف و نہی المنکر ایک دینی تقاضا ہے، اسلامی تعلیمات فرد کے اصلاح احوال کی تلقین تک محدود نہیں ہیں بلکہ مصطفوی تعلیمات کا مرکز و محور اصلاحِ احوال کے ساتھ ساتھ اصلاحِ معاشرہ بھی ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے کارکنان، رفقاء اور ذمہ داران اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ بانی تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پاکستان کی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اصلاحِ احوال اور اصلاحِ معاشرہ کے نبوی مشن کا پرچم تھام کر 4 دہائیاں پاکستان کے ہر صوبے، ہر ضلع، ہر تحصیل، ہر شہر، ہر گاؤں یہاں تک کہ یونین کونسل تک کا سفر کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حکم پر اس کی روح کے مطابق عملدرآمد کیا۔ 4 دہائیاں تو پاکستان میں اس قرآنی حکم پر عمل ہوتا رہا اور اب دو دہائیوں سے پوری دنیا میں اس قرآنی

حکم کی بجا آوری ہورہی ہے اور آج اگر عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت سمیت جملہ عقائد اور علوم القرآن ،علوم الحدیث کی صحیح تصویر عامۃ الناس کے سامنے پیش ہورہی ہے تو اس کے پس پردہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور ان کے فرزندان ڈاکٹر حسن محی الدین قادری ،ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور تحریک کے جملہ قائدین وعہدیداران کی محنت اور مسلسل سفر کارفرما ہے۔

منہاج القرآن کے علمائے کرام،نظامت دعوت و تربیت سمیت تحریک کے جملہ فورمز کے صدور سالہا سال مصطفوی تعلیمات کا پرچم تھامے مسلسل سفر میں رہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کی سنت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کا مبارک ماہ ربیع الاول ہو، رمضان المبارک کی مبارک گھڑیاں ہوں یا عاشورہ محرم الحرام، تحریک منہاج القرآن نے مصطفوی وحسینی پیغام کو خاص و عام تک پہنچانے میں کبھی تساہل سے کام نہیں لیا۔قرآن پاک میں مختلف مقامات پر مومنوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ. (الانعام، ٦: ١١)

’’فرما دیجیے کہ تم زمین پر چلو پھرو، پھر (نگاہِ عبرت سے) دیکھو کہ (حق کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا‘‘۔

اس سیر کا مقصد یہ ہے کہ زمین پر اللہ کی نشانیاں دیکھیں، نافرمانوں کے انجام ملاحظہ کریں اور اس سے عبرت حاصل کریں اور اپنے اس مشاہدے کے نتیجے میں مصطفوی زندگی کے قالب میں خود کو ڈھالیں۔

مذکورہ قرآنی حکم پر ان کی روح کے مطابق عمل کرنے کی سعادت بھی منہاج القرآن کی مرکزی قیادت اور اس کے جملہ قائدین کے حصے میں آئی ہے۔ملکی و بین الاقوامی سفر کے نتیجے میں میسر آنے والے مشاہدات اور تجربات کا فائدہ بھی 22 کروڑ آبادی والے ملک پاکستان کو پہنچ رہا ہے۔ اگر آج ہم بین الاقوامی معیار کی منہاج یونیورسٹی لاہور، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز ،منہاج گرلز کالج، آغوش آرفن کیئر ہوم، آغوش گرائمر سکول، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اور منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ جیسے ممتاز ادارے دیکھتے ہیں تو ان کے پیچھے منہاج القرآن کی قیادت کا بین الاقوامی سفر اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والا مشاہدہ اور ویژن کارفرما ہے۔

چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اصلاحِ احوال ، اصلاحِ معاشرہ و دینِ حق کا یہ پیغام یورپ، برطانیہ، آسٹریلیا، امریکہ، نارتھ امریکا ہر جگہ لے کر جاتے ہیں اور الحمدللہ اس سفر کی برکت سے دنیا بھر میں آباد مسلم خاندانوں کی نئی نسل جو برگشتہ دین ہو چکی تھی، دوبارہ مصطفوی تعلیمات اور مشن مصطفیٰ ﷺ کا حصہ بن رہی ہے۔ ہر سال یورپ، برطانیہ، امریکہ، پاکستان میں اصلاحِ احوال، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب کیلئے تربیتی کیمپس منعقد ہوتے ہیں اور ان کیمپس میں نوجوان بڑھ، چڑھ کر حصہ لیتے اور گریہ و زاری کرتے نظر آتے ہیں۔ 21ویں صدی کے دجالی ماحول کے اندر کردار سازی اور عقائد کے تحفظ کے باب میں یہ غیر معمولی کامیابی ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق سے منہاج القرآن اور اس کی قیادت کے حصے میں آئی ہے۔سفر اور اس کی برکتوں کے ضمن میں حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

سمجھتا ہے تُو راز ہے زندگی
فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی
بہت اس نے دیکھے ہیں پست و بلند
سفر اس کو منزل سے بڑھ کر پسند
سفر زندگی کے لیے برگ و ساز
سفر ہے حقیقت، حضر ہے مجاز

☆ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اپنے دورہ یورپ کے دوران مختلف مکاتبِ فکر کے علمائے کرام سے ملاقاتیں بھی کیں، ان کی گفتگو کا مرکز ومحور امن، محبت، اعتدال، توازن، رواداری کی اعلیٰ انسانی اقدار پر عمل پیرا ہونا تھا۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ناروے اوسلو میں مختلف علمائے کرام سے ملاقات کے دوران گفتگو کرتے ہوئے کہا:

امت مسلمہ کو فرقہ واریت نے ناقابل تلافی نقصان

پہنچایا، اتحاد امت کیلئے آج بھی علماء مرکزی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ انہوں نے تمام مسالک کے علماء کرام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ اتحادِ امت سے ہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے، یہی اقدار اتحاد امت کیلئے خیر کا باعث بنیں گی۔ انہوں نے اس موقع پر قرآنک انسائیکلوپیڈیا، احادیث مبارکہ کے انسائیکلوپیڈیا، علوم القرآن ،علوم الحدیث اور فرقہ واریت کے خاتمہ کیلئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی علمی، تحقیقی کاوشوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

☆ چیئرمین سپریم کونسل نے ناروے میں النور اسلامک سنٹر بائزن کا خصوصی دورہ بھی کیا، یہ وہ جگہ ہے جہاں اگست 2019ء میں ایک دہشتگرد نے حملہ کیا تھا۔ یہاں کے دورہ کی دعوت سید محمد اشرف شاہ نے دی تھی، اس موقع پر یہاں کے روح رواں پروفیسر عطاء المصطفیٰ بھی موجود تھے۔

☆ چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اوسلو ناروے میں تحریک منہاج القرآن کے جملہ فورمز کے ورکرز کنونشن میں بھی شرکت کی اور اعلیٰ کارکردگی پر ذمہ داران و کارکنان میں اسناد تقسیم کیں۔

☆ چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری سے ناروے میں مختلف شعبہ جات کے اسکالرز اور پروفیشنلز نے ملاقات کی۔ ملاقات میں منہاج القرآن انٹرنیشنل اوسلو ناروے کے رہنماء علامہ نور احمد نور، علامہ عدیل ہاشمی اور علامہ صداقت علی قادری بھی اس موقع پر موجود تھے۔ اس موقع پر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج دنیا تیزی سے ترقی کر رہی ہے، سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں پیچھے رہ جانے والی اقوام آنے والے دور کا مقابلہ نہیں کرسکیں گی، اس لیے ہمیں سائنس وٹیکنالوجی اور متعلقہ شعبہ جات میں متعارف ہونے والے تجدیدی رجحانات کو اپنانا ہوگا۔ آج تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی کے زمانہ میں مسلم دنیا کو ایک بار پھر رومی و رازی اور غزالی پیدا کرنے ہوں گے۔

☆ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ چیئرمین سپریم کونسل کے حالیہ دورہ یورپ کے دوران 175 سے زائد بیرون ملک آباد شہریوں نے منہاج القرآن کی لائف ممبر شپ حاصل کی۔ دورہ اٹلی کے دوران اٹلی کے شہروں نووارا ،میکراٹا، نیپولی، بول زانو، ایریزو، فیرنز، سینٹو، ویرونا، بریشیا، دیزیو، سیریاتے کے عہدیداروں اور رہنماؤں نے ان سے ملاقات کی۔

☆ چیئرمین سپریم کونسل نے ساؤتھ اٹلی کے شہر کارپی میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 69ویں سالگرہ کا کیک کاٹا۔ اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے چیئرمین سپریم کونسل کا کہنا تھا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے نوجوان نسل کی تربیت کیلئے تحریر وتقریر کا جو سلسلہ قائم کیا ہے اس نے نہ صرف عامۃ الناس کو اسلام کی صحیح تصویر دیکھنے اور حقیقت جاننے کے لائق بنایا ہے بلکہ یہ تحریریں اور تقریریں ہر خاص و عام کی تربیت کا بھی سبب ہیں۔

☆ اٹلی کے شہر نووارا میں چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری سے اٹالین مسلمانوں کی تنظیم اٹالین اسلامک ریلیجس کمیونٹی کے اعلیٰ سطحی وفد نے ملاقات کی۔ اس موقع پر منہاج القرآن انٹرنیشنل اٹلی کے ہنماء بھی موجود تھے۔ ملاقات میں مسلم رہنماوں نے ڈاکٹر حسن محی الدین قادری سے باہمی دل چسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا۔ اس موقع پر اٹلی سمیت پورے یورپ میں مسلم کمیونٹی کے مسائل حل کرنے میں ایک دوسرے سے باہمی تعاون کا اعادہ کیا گیا۔ وفد کے سربراہ نے ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کو اٹلی میں مستقبل قریب میں منعقد ہونے والی ایک اہم کانفرنس میں شرکت کی پیشگی دعوت بھی دی۔

☆ اس دورہ کے دوران کوپن ہیگن ڈنمارک میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 69ویں سالگرہ پر قائد ڈے کے حوالے سے خصوصی تقریب کا انعقاد بھی کیا گیا، اس تقریب میں مفتی ارشاد حسین سعیدی، بلال اوپل، اشفاق شیخ، علامہ اعجاز ملک نے خصوصی شرکت کی۔ چیئرمین سپریم کونسل نے یونیورسٹی آف کراچی سے ایم فل کی ڈگری بعنوان ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی خدمت کا تحقیقی مطالعہ'' مکمل کرنے پر انہیں انسائیکلوپیڈیا کا سیٹ بطور تحفہ دیا اور مبارکباد دی۔

☆ ڈنمارک میں مختلف شعبہ جات میں بطور پروفیشنل خدمات

انجام دینے والے منہاجین سکالرز نے چیئرمین سپریم کونسل سے خصوصی ملاقات کی۔ منہاجین وفد کی سربراہی علامہ ارشاد حسین سعیدی اور علامہ محمود شاہ نے کی، ناصر علی اعوان بھی اس موقع پر موجود تھے۔

☆ ڈنمارک میں چیئرمین سپریم کونسل نے فورم ایگزیکٹوز سے بھی خصوصی ملاقات کی۔ ڈنمارک میں منہاج یوتھ لیگ کے پلیٹ فارم سے چیئرمین سپریم کونسل نے فکر انگیز خطاب کیا جس کا موضوع تھا ''اللہ کا دوست کیسے بنا جائے؟'' اس موقع پر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کہا کہ ہدایت کے حصول کے لیے کسی کامل کی صحبت کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ شیخ الاسلام بہترین شیخ اس لیے بنے کہ انہوں نے اپنے شیخ کی صحبت میں رہ کر سلوک و معرفت کی منازل طے کیں۔ اللہ سے دوستی کے طلبگار کو علم ہونا چاہئے کہ اللہ سے دوستی کا طریقہ اسکے محبوبین سے محبت اور انکی صحبت ہے۔

یہ پروگرام منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈنمارک کے ذیلی مرکز ویلبی پہ منعقد ہوا جس میں لبنان اور گیمبیا کے بعض نوجوان بھی شامل تھے جنہوں نے بعد میں چیئرمین سپریم کونسل سے ملاقات بھی کی۔ اس نشست میں علامہ اعجاز ملک، شیخ اشفاق احمد، سید محمود شاہ، ڈاکٹر عرفان ظہور، فیصل مجید، تمام فورمز کے صدور اور رہنما شریک تھے۔

☆ مالمو سویڈن میں بھی قائد ڈے کی خصوصی تقریب منعقد ہوئی۔ اس موقع پر مقررین کی طرف سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی علمی، دینی، تجدیدی خدمات پر زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔اس تقریب میں یورپی کونسل کے صدر ظلِ حسن بھی خصوصی طور پر شریک تھے۔

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے اس دورہ کی تادم تحریر موصول ہونے والی رپورٹس کو شامل اشاعت کر لیا گیا ہے، یورپ کے بقیہ ممالک کے دورہ جات کی رپورٹ موصول ہونے پر انہیں اس دورہ کی رپورٹ کے حصہ دوم میں شاملِ اشاعت کیا جائے گا۔

❁❁❁❁❁

(بقیہ: پانی کے ذخائر کی حفاظت)

پانی کی حفاظت اور ہماری ذمہ داریاں

قرآن اور حدیث کی روشنی میں پانی کی اہمیت و افادیت کے تصور پر عمل کیا جائے تو انسان غیر ضروری ہی نہیں بلکہ شدید ضرورت کے وقت بھی پانی کا استعمال کم کرنے لگ جائے گا۔ اس سلسلہ میں ہمیں چاہئے کہ گھروں میں پانی کا غیر ضروری استعمال کم کریں۔ نلوں کے بجائے برتنوں میں پانی لے کر استعمال کریں۔ مسجدوں کے نل کا پریشر کم کیا جائے۔

علماء کرام مسجدوں میں جمعہ کے خطبات میں پانی کی اہمیت و افادیت اور اس کے غیر ضروری استعمال سے ہونے والے نقصانات کو قرآن و حدیث اور موجودہ مسائل کے روشنی میں سمجھائیں۔ حکومت پانی ضائع کرنے والوں کے خلاف جرمانہ عائد کرے۔ الغرض گھر گھر جا کر مہم چلائی جائے۔ جو چیز قیمتی ہوتی ہے اس کی عزت و توقیر کرنا لازم ہوتا ہے وگرنہ نعمتوں کی عزت نہ کرنا نعمتوں کے زوال کا سبب بنتا ہے۔

آج پوری دنیا پانی کی کمی اور بڑھتی ہوئی حرارت سے پریشان ہے اور کئی ممالک پانی کی حفاظت کے لیے نئی نئی تکنیک کو اپنا رہے ہیں اور ہم اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو یکسر فراموش کیے ہوئے ہیں۔ پانی کی حفاظت اور اس کے استعمال میں احتیاط کی ذمہ داری ہم میں سے ہر ایک پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ہمیں اپنی اولادوں اور آنے والی نسلوں سے محبت ہے تو پانی برباد کرنے کے بجائے پانی بچانے کی ہر ممکن کوشش شروع کرنی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پانی کی اہمیت و افادیت کو سمجھنے اس عظیم ذخیرہ نعمت کی قدر کرنے اور اس کے استعمال میں حد درجہ احتیاط کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

منہاج یونیورسٹی کی دو روزہ
بین الاقوامی کانفرنس

اسلامک تھنکرز فورم کی تشکیل

اقتصادی اور بنکاری نظام کی اسلامائزیشن درکار ہے: ڈاکٹر حسین محی الدین

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی کامیاب کانفرنس پر مبارکباد

افتتاحی تقریب میں وفاقی وزیر غلام سرور خان، ڈاکٹر حسن محی الدین کی خصوصی شرکت

رپورٹ: سید ابوذر نقوی

منہاج یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام تیسری ورلڈ اسلامک اکنامک اینڈ فنانس کانفرنس منعقد ہوئی جس کے اختتام پر ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے عالمی اقتصادی ماہرین اور سکالرز پر مشتمل ورلڈ تھنکرز فورم تشکیل دینے کیلئے اعلامیہ پیش کیا جس کی متفقہ طور پر منظوری دی گئی۔

اسلامک اکنامک اینڈ فنانس کانفرنس کے پہلے روز وفاقی وزیر ایوی ایشن غلام سرور خان نے خصوصی شرکت کی اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حکومت معاشی چیلنجز سے عہدہ برأ ہونے کی جدوجہد میں تعلیمی اداروں کی کوششوں کا دل و جان سے خیر مقدم کرتی ہے۔ انہوں نے معیشت کے اہم موضوع پر کانفرنس کے انعقاد پر منہاج یونیورسٹی لاہور اور صدر منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کو مبارکباد دی۔

☆ کانفرنس میں آسٹریلیا، برطانیہ، سعودی عرب، سری لنکا، امریکا، ملائیشیا کے اکیڈیمیہ کے معاشی ماہرین اور سکالرز نے شرکت کی۔ منہاج یونیورسٹی لاہور کے وائس چانسلر ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد، پرو وائس چانسلر ڈاکٹر شاہد محمود سرویا نے قومی و بین الاقوامی مہمانوں کو پاکستان آمد اور کانفرنس میں شرکت کرنے پر خوش آمدید کہا۔ منہاج القرآن کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، نائب صدر بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان نے خصوصی شرکت کی۔

☆ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اعلامیہ پیش کرتے ہوئے فکر انگیز نکات پیش کیے اور کہا کہ مقصد اور ویژن کے بغیر کوئی بھی ہدف حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ مقصد اور ویژن کی واضح تفہیم ہونی چاہیے۔ مقصد سے مراد وہ کام ہے جو آپ کرنا چاہتے ہیں۔ ویژن سے مراد وہ عمل ہے جسے آپ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے تمام مراحل پیش نظر رکھتے ہیں اور مقصد کے حصول کو یقینی بناتے ہیں۔ ویژن کی طاقت سے انسان پرجوش اور محنت پر آمادہ ہوتا ہے۔ ویژن تساہل پسندی سے نجات دلاتا ہے اور سخت جدوجہد پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ ویژن ہی ہوتا ہے جو ہمیں اس وقت بھی کام کرنے پر آمادہ رکھتا ہے جب کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا۔ ویژن جتنا واضح ہوگا، اتنا ہی اس کا مثبت اثر ہماری سوچ پر ہوگا۔ ویژن کی مدد سے انسان کسی مدد کے بغیر کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس دنیا میں انسانی زندگی کو بہتر بنانے اور ان کے مسائل حل کرنے کے لیے اقتصادی اور بینکنگ نظام کی اسلامائزیشن درکار ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے ویژن اور منصوبہ بندی درکار ہے۔ اس دنیا میں دو طرح کی سوچیں اور نظریات ہیں۔ اقتصادیات کا اسلامک ماڈل اس بات کی گارنٹی دیتا ہے کہ دنیا میں وسائل کی کمی نہیں ہے، سب انسان مل کر اکٹھے خوشحال رہ سکتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ نظریہ ہے کہ کائنات کا مالک اور رازق اللہ ہے جو تمام مخلوقات کو رزق مہیا کرتا ہے اور اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے جبکہ رواں صدی کا سرمایہ دارانہ نظام وسائل کی قلت کا رونا روتا ہے اور یہی ہتھکنڈا ارتکاز دولت کی راہ ہموار کرتا ہے اور استحصال کے دروازے کھولتا

ہے۔ سرمایہ دارانہ سوچ اللہ کے رازق ہونے کی مسلمانوں کی سوچ سے متصادم ہے۔ یہی استحصالی سوچ معاشرے کو بھوک، خوف، حسد، لالچ، پریشانی اور جرائم کی طرف دھکیلتی ہے۔ سرمایہ دارانہ سوچ نفع اور کامیابی کو تمام کارکنوں میں تقسیم کرنے پر یقین نہیں رکھتی، اس لیے آج کے معاشرے کو بہتر بنانے کے لیے اسلامک اقتصادی نظام کی ضرورت ہے۔ یہ سب سخت محنت اور ویژن کے ساتھ ممکن ہے۔

اس عظیم مقصد کے حصول کیلئے دو چیزیں بہت اہم ہیں:

۱۔صحیح سوچ　　　۲۔احساس ذمہ داری

یہ دوخوبیاں اسلامک اکنامک سسٹم کو دنیا کے باقی سرمایہ دارانہ نظام سے منفرد بناتی ہیں اسلام ایک متوازن آزاد مارکیٹ کا حامی ضابطہ اور ڈسپلن کا حامل ہے اور ان میں بھی جدید صدی کے تقاضوں کے مطابق اصلاحات کی گنجائش موجود ہے۔ اسلامی اقتصادی نظامِ کی سب سے بڑی خوبصورتی یہ ہے کہ اس میں دولت کا ارتکاز نہیں ہے بلکہ تقسیم ہے جو زکوۃ اور خیرات کے ذریعے معاشرے میں انصاف و خوشحالی کا موجب بنتی ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی انسانیت کی فلاح کے عظیم مقصد کے حصول کیلئے وقف کر دیں تو ہم دنیا کو امن اور خوشحالی کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

اگر ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی اور ریاست مدینہ سے اخذ کیے گئے اصولوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہم اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی فلاح و کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسلام کے زریں اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اب کسی نئی ریاست یا نئے اداروں کی ضرورت نہیں بلکہ موجودہ نظام میں اصلاحات لانے کی ضرورت ہے اور لوگوں کی سوچ کو ویژن کے سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے دو روزہ بین الاقوامی کانفرنس کے آخری روز اقتصادی مقاصد کے حصول کیلئے ورلڈ اسلامک تھنکرز فورم تشکیل دینے کی تجویز دی جسے قبول کر لیا گیا۔

☆ قائد تحریک منہاج القرآن و منہاج یونیورسٹی لاہور کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کامیاب کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ ترقی کے اہداف کے حصول اور بے روزگاری کو کم کرنے کے لیے معاشی استحکام ضروری ہے۔ غربت کے خاتمے اور بیروزگاری میں کمی لانے کے لیے معیشت کی بہتری پر توجہ دینا ہوگی اور معیشت کی بہتری کے حوالے سے جن رہنما اصولوں پر گفتگو ہوئی وہ قابلِ عمل اور جملہ معاشی مسائل اور بحرانوں کا حل ہے۔

انہوں نے کہا کہ انسانی بہبود بالخصوص اسلامی ممالک میں اسلامک بینکنگ اور اقتصادیات میں بہتری لانے کے لیے بین الاقوامی اعلیٰ تعلیمی اداروں کے اقتصادی ماہرین پر مشتمل اپنی نوعیت کے پہلے اور منفرد اسلامک اکنامک فورم منہاج یونیورسٹی لاہور کی تشکیل خوش آئند ہے۔ اقتصادیات کے شعبہ میں نئی فکری راہوں کی تلاش کے حوالے سے منہاج یونیورسٹی شاندار قومی و ملی خدمت انجام دے رہی ہے۔ تیسری عالمی اسلامک اکنامک اینڈ فنانس کانفرنس کا کامیاب انعقاد ایک قابل تقلید روایت ہے جس پر منہاج یونیورسٹی کے جملہ ذمہ داران آرگنائزرز بالخصوص ڈپٹی چیئرمین ایم یو ایل ڈاکٹر حسین محی الدین قادری مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کانفرنس پاکستان کے امیج میں بہتری لانے کا سبب بھی بنے گی۔ بین الاقوامی اسلامک اقتصادی سکالرز پر مشتمل فورم کی تشکیل سے ایک سنگ میل عبور کیا گیا ہے جو حوصلہ افزا ہے۔

☆ کانفرنس کے پہلے روز کے مہمان خصوصی وفاقی وزیر غلام سرور خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ معیشت کے اہم ایشو پر کانفرنس کا انعقاد ایک قابلِ تقلید قومی خدمت ہے۔ منہاج یونیورسٹی نے اکیڈمیہ سے تعلق رکھنے والے عالمی و قومی اقتصادی ماہرین کو مدعو کیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ معاشی چیلنجز سے عہدہ برأ ہونے کی جدوجہد میں اعلیٰ تعلیمی ادارے بھی پوری طرح شریک ہیں۔ میں منہاج القرآن کی تعلیم کے فروغ، سماجی بہبود اور معاشی استحکام کے انجام دیئے جانے والے کردار کا معترف ہوں اور معیشت کے حوالے سے برین سٹارمنگ سیشنز کے انعقاد پر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور یونیورسٹی ایڈمنسٹریشن کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت معیشت کی بحالی اور ترقی کے لئے پرعزم ہے اور اعلیٰ تعلیمی اداروں اور قومی و عالمی اقتصادی ماہرین کی تجاویز کا خیر مقدم کرے گی۔ اسلامی بینکنگ میں بہت پوٹینشل ہے اور اسلامی بنکاری فروغ پذیر ہے۔

☆ کانفرنس کے افتتاحی سیشن میں خطاب کرتے ہوئے

لاٹروب یونیورسٹی آسٹریلیا کے ڈاکٹر محمد اسحاق بھٹی نے کہا کہ ریاست مدینہ کے معاشی ماڈل کو معاشرے میں نافذ کرنے کے لئے اسلامک بینکنگ کو فروغ دینا ہوگا۔

☆ کانفرنس میں ریاستِ مدینہ کے معاشی نظام کو اسلامی دنیا میں نافذ کرنے کے موضوع پر پینل ڈسکشن بھی ہوئی جس میں سنٹرل بنک آف اومان کے پروفیسر ڈاکٹر مغیث شوکت، سابقہ وائس پی آئی بی ای اسلام آباد پروفیسر سید عامر علی، سعودی عرب سے ڈاکٹر داود اشرف، ڈویژنل جنرل منیجر حبیب اسلامک بنک منیر احمد جوسن نے اظہار خیال کیا۔

☆ تیسری ورلڈ اسلامک اکنامک اینڈ فنانس کانفرنس کے موقع پر وفاقی وزیر غلام سرور خان، منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ملائیشیا کے پروفیسر ڈاکٹر عزمی عمر صدر، چیف ایگزیکٹو آفیسر انٹرنیشنل سنٹر فار ایجوکیشن ان اسلامک فنانس کو لائف اچیومنٹ ایوارڈ دیا۔ منہاج یونیورسٹی کی طرف سے وفاقی وزیر غلام سرور خان اور ڈاکٹر اسد زمان کو بھی یادگاری شیلڈز دی گئیں۔ منہاج القرآن کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، خرم نواز گنڈا پور، بریگیڈیئر ریٹائرڈ اقبال احمد خاں کانفرنس میں خصوصی طور پر مدعو کئے گئے تھے۔

☆ ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ منہاج یونیورسٹی نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ کو ایک کامیاب پروفیشنل بنانے کیلئے عملی تربیت بھی فراہم کر رہی ہے تاکہ انہیں جامع اسلامی، مالیاتی آلات، مصنوعات تیار کرنے میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے قابل بنایا جا سکے۔ منہاج یونیورسٹی لاہور میں اسلامک اکنامکس بینکنگ اینڈ فنانس سکول اور انٹرنیشنل سنٹر فار ریسرچ ان اسلامک اکنامکس قائم کیے ہیں تاکہ طلبہ کی عملی تربیت ہو سکے۔ منہاج یونیورسٹی لاہور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ہر سال بین الاقوامی اقتصادی ماہرین کو مدعو کرتی ہے تاکہ طلبہ دنیا بھر میں اقتصادی شعبے میں ہونے والے نت نئے تجربات سے استفادہ کر سکیں۔

☆ کانفرنس سے وائس چانسلر ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ منہاج یونیورسٹی لاہور معیشت کے استحکام، غیر ضروری جنگ و جدل کے خاتمے، روزگار کے مواقعوں اور شرح خواندگی میں اضافہ اور بیروزگاری کے خاتمے کیلئے بین الاقوامی ماہرین کے ساتھ مکالمہ کی میزبانی کر رہی ہے۔ اسلامک معیشت اور بینکاری کے موضوع پر یہ مسلسل تیسری کانفرنس ہے جس کی میزبانی کا اعزاز منہاج یونیورسٹی لاہور کو مل رہا ہے۔

☆ پرو وائس چانسلر ڈاکٹر شاہد سرویا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلامک، اقتصادیات کی بہتری کے رہنما اصول ریاست مدینہ سے ملتے ہیں۔ منہاج یونیورسٹی لاہور بین الاقوامی، اقتصادی ماہرین سے ملکر علاقائی اور بین الاقوامی چیلنجز سے نمٹنے کیلئے فکری سطح پر راستے تلاش کر رہی ہے۔ ان شاء اللہ یہ کانفرنسز مسلم ورلڈ کی اقتصادیات کی بہتری میں سنگ میل ثابت ہوں گی۔

☆ کانفرنس کے پہلے روز سرکاری اور پبلک سیکٹر کی یونیورسٹیز کے طلباء و طالبات نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ پینل ڈسکشن میں بین الاقوامی سکالرز نے ریاست مدینہ کے خدوخال اور فلاسفی پر سوالات کئے۔

کانفرنس میں ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی کتاب اسلامی اخلاقیات مارکیٹنگ کی تقریب رونمائی بھی ہوئی۔ اس کے علاوہ چھٹی صدی عیسوی سے لیکر 19ویں صدی تک کے برصغیر میں اسلامی سلطنت اور اس سے قبل کے نادر و نایاب سکوں کی نمائش بھی کی گئی جسے حاضرین نے بے حد سراہا۔

☆ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اپنے اعلامیہ میں کہا کہ اسلامی معیشت کے فروغ کیلئے اسلامک اکنامک فورم تشکیل دیا جاتا ہے۔ اس فورم کے ذریعے سرکاری اور نجی بزنس کمیونٹی اور صنعتی شعبہ کو شامل کیا جائے گا۔ قرضوں پر زندہ رہنے والے ملک اپنی آزادی اور خودمختاری کھو دیتے ہیں، اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے سب جیتے ہیں، اصل زندگی دوسروں اور آئندہ نسلوں کے لیے جینا ہے۔ ریاست مدینہ کے حقیقی تصور کے لیے حضرت عمر فاروق اور عمر بن عبدالعزیزؓ کے دور کا مطالعہ کیا جائے اعلامیہ کو لاہور ڈیکلریشن کا نام دیا گیا۔

☆ کانفرنس کے اختتام پر ڈاکٹر محبوب الحسن کا ریسرچ پیپر بیسٹ پیپر قرار پایا۔ دوسرا بیسٹ پیپر سٹیٹ بنک آف پاکستان کی طرف سے پیش ہونے والا قرار پایا۔

☆ چیئرمین پنجاب ہائر ایجوکیشن کمیشن ڈاکٹر فضل احمد خالد نے

بھی کانفرنس کے اختتامی سیشن سے خطاب کیا اور کہا کہ موجودہ دور میں ہم ڈیجیٹل ٹیکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے بلاک چین کے سسٹم کو ڈویلپ کر کے اسلامی معیشت کو فروغ دے سکتے ہیں۔اس حوالے سے ہمارے تعلیمی ادارے ایک مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں اور اس ضمن میں منہاج یونیورسٹی کی جانب سے اسلامک اکنامکس اینڈ فنانس پر عالمی کانفرنس کا انعقاد پاکستان اور مسلم امہ میں اسلامی معیشت کے فروغ میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

☆ اختتامی سیشن میں چیئرمین پنجاب ہائر ایجوکیشن کمیشن ڈاکٹر فضل احمد خالد، پرو وائس چانسلر منہاج یونیورسٹی ڈاکٹر محمد شاہد سرویا، نامور اداکار پروڈیوسر اور فلم سٹار عثمان پیرزادہ، سیکرٹری نظریہ پاکستان ٹرسٹ شاہد رشید ڈپٹی سیکرٹری تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ چوہدری عثمان احمد چیئرمین ویمن ڈویلپمنٹ تنزیلہ عمران نے شرکت کی۔

☆ ڈائریکٹر جنرل کیمبرج امریکہ ڈاکٹر کبیر حسن اور ڈائریکٹر جنرل آف اسلامک فنانس انگلینڈ ڈاکٹر ہمایوں ڈار نے کانفرنس کے اختتامی سیشن میں اپنے مقالے پیش کیے۔اختتامی سیشن میں پینل ڈسکشن کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں سابقہ وفاقی سیکرٹری فنانس ڈاکٹر مسعود خان، سابق وفاقی وزیر خزانہ ڈاکٹر حفیظ اے پاشا، ڈائریکٹر آئی بی اے کراچی ڈاکٹر احمد علی صدیقی، فیڈرل ایڈیشنل سیکرٹری بورڈ آف انویسٹمنٹ سلیم احمد رانجھا اور سینئر منیجر (AAOIFI) بحرین ڈاکٹر رضوان ملک نے حصہ لیا اور طلبہ کے سوالات کا جواب دیا۔

☆ تقریب میں ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی جانب سے اسلامک فنانس کے موضوع پر لکھی گئی دو تحقیقی کتب کی تقریب رونمائی بھی ہوئی۔ کانفرنس کے اختتام پر ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کانفرنس میں شرکت کرنے والے بین الاقوامی ریسرچ سکالرز کو ایوارڈز سے نوازا۔ کانفرنس کے بہترین انتظامات پر وائس چانسلر منہاج یونیورسٹی ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد، پرو وائس چانسلر ڈاکٹر محمد شاہد سرویا، ڈائریکٹر اکیڈیمکس ڈاکٹر خرم شہزاد کو خراج تحسین پیش کیا۔❁❁❁

کارکنان و تنظیمات متوجہ ہوں!

تجدید واحیائے دین، دعوت و تبلیغ حق، اصلاح احوال امت اور ترویج واقامت اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ کے لئے کوشاں

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن

فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کے مصطفوی پیغام کو اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات تک پہنچانے کے لئے

سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext:128
www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

منہاج یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام منعقدہ تیسری ورلڈ اسلامک اکنامک اینڈ فنانس کانفرنس کے موقع پر وفاقی وزیر غلام سرور خان، منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، ملائیشیا کے پروفیسر ڈاکٹر عزمی عمر صدر، چیف ایگزیکٹو آفیسر انٹرنیشنل سنٹر فار ایجوکیشن ان اسلامک فنانس کو لائف اچیومنٹ ایوارڈ دے رہے ہیں۔ اس موقع پر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، وائس چانسلر منہاج یونیورسٹی لاہور ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد موجود ہیں۔

منہاج یونیورسٹی لاہور اور ہلال احمر پاکستان کے مابین ایم او یو پر دستخط کی تقریب میں چیئرمین ہلال احمر پاکستان ابرار الحق، ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی لاہور ڈاکٹر حسین محی الدین، وائس چانسلر ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد، چیئرمین ہلال احمر پنجاب جسٹس (ر) احمد فاروق شریک ہیں۔

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
MAR-2020
Regd CPL No.41

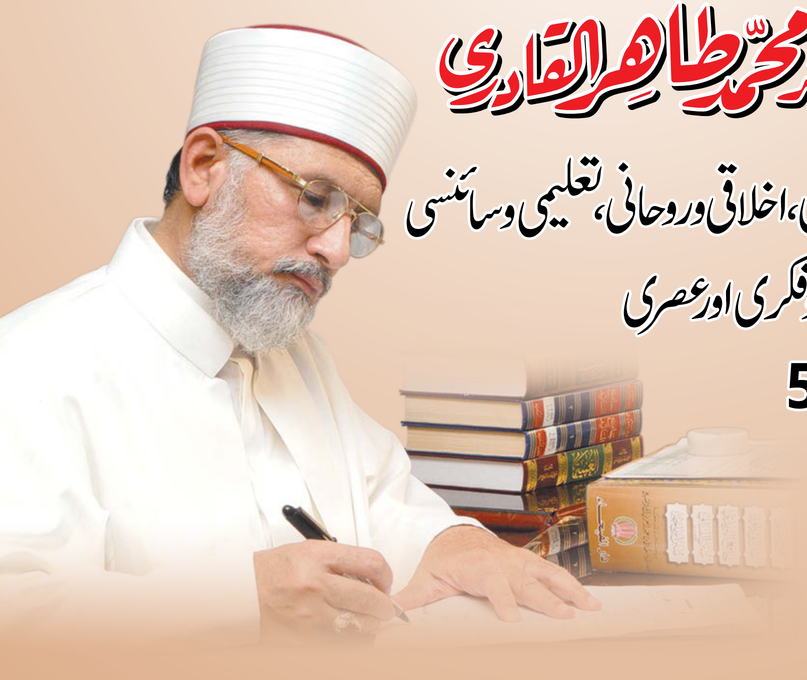

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی
فقہی و قانونی، انقلابی و فکری اور عصری
موضوعات پر 596
سے زائد کتب